Presented By: www.jafrilibrary.com

نظریہ نصِ امامت

اور

قران

تالیف

مفکر جلیل آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی
مدظلہ العالی

ترجمہ

حجۃ الاسلام مولانا سید ذوالقدر رضوی

ناشر

گلستان زہرا، لاہور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

نظریۂ نصِّ امامت

اور

قرآن

Presented By: www.jafrilibrary.com

تصنیف

مفکر جلیل آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی مدظلہ العالی

ترجمانی

حجۃ الاسلام مولانا سید ذوالقدر رضوی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں !

کتاب	:	نظریہ نص امامت اور قرآن
مصنف	:	مفکر جلیل آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی مدظلہ العالی
ترجمہ	:	حجۃ الاسلام مولانا سید ذوالقدر رضوی
ناشر	:	خلیفہ سید حسن مہدی
اشاعت اول	:	ربیع الاول 1433ھ
تعداد	:	۱۰۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	ایم ایم بی
قیمت	:	
ملنے کا پتہ	:	گلستان زہرا۔ ۲۶۔ ایبٹ روڈ لاہور۔
		افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

فہرست

تعارف	۵
پیش لفظ	۱۱
مقدمہ	۲۷
پہلی بحث	۳۵
قرآن میں امامت کا مفہوم	۳۵
قرآن کریم میں امامت کے لازمی صفات کا ذکر	۳۵
امامت اور حقیقتِ توحید	۴۶
دوسری بحث	۵۵
امامت کی تعیین الٰہی ذریعہ سے ہی ممکن ہے	۵۵
آیاتِ امر	۵۶
آیاتِ حکم	۵۸
آیاتِ ملک	۵۹
ولایت سے متعلق آیات	۶۳
آیاتِ اطاعت	۶۵
آیتِ اختیار	۶۸

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

آیتِ تحکیم	۷۲
آیاتِ ایتاء	۷۳
تیسری بحث	۸۳
قرآن کی روشنی میں آئمہ کا تعیین	۸۳
آیتِ ولایت	۱۰۶
آیتِ تطہیر	۱۰۷
آیتِ قربیٰ	۱۱۱
آیاتِ تبلیغ	۱۱۶
آیاتِ شہادت	۱۲۰
لِلّٰہِ فی کُلّ اُمَۃ شہید	۱۲۰
گواہوں کے اوصاف وشرائط	۱۲۱
عہدِ نبوت میں مسلمانوں پر اللہ کے رسولؐ کی گواہی	۱۲۴
رسولؐ کے بعد ہونے والے گواہ	۱۲۵

......☆......

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تعارف

از

علامہ سید عقیل الغروی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تعارف

مسئلۂ اِمامت اور پیشِ نظر تالیف

بلاشبہ "امامت" ____ انسانی معاشرے کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔ اسی لیے سورہ مبارکہ حمد کی قرأت کی صورت میں یہی دُعا جو ہر ومتنِ نماز قرار دی گئی ہے! **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** ____ اس آیت کریمہ کا کل منطوق ومفہوم بس یہی ہے کہ پروردگار ہمیں راہ راست کی ہدایت فرما اُس راہ کی جو معصوم اماموں کی راہ ہے! ____ اُن ہستیوں کی راہ ____ یعنی اُن "اماموں" کی راہ ____ جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ____ یعنی جنھیں تو نے "معصوم" بنایا!! ____ "معصوم" یعنی نہ جن پر تیرا کوئی غضب ہوا نہ جو کبھی ذرا بھی بے راہہ چلے!

یہ اور اس کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جن سے قرآنِ حکیم کی روشنی میں امامت کی اہمیت سامنے آتی ہے۔

قرآنِ کریم وذکرِ حکیم کے بعد خطیبِ قرآن رسولِ اسلام حضرتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں ____ جن میں آپ کا یہ ارشادِ گرامی بہ یک وقت سب سے زیادہ واضح و روشن بھی ہے اور سب سے زیادہ غور طلب بھی:

من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیة

جو مر جائے اور اپنے وقت کے امام کی معرفت حاصل نہ کرے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔

واضح رہے کہ اسی حدیثِ شریف سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ "وقت کے امام" سے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

مراد سیاسی حاکمِ وقت نہیں ہوسکتا ورنہ اس کی پہچان تو خواہ نا خواہ ہر ایک کو ہوتی ہی ہے۔ اسی لیے فرزندِ رسول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ:

" لا دین لمن دان اللہ بولایة امام جائر لیس من اللہ ولا عتب علیٰ من دان بولایة امام عادل من اللہ"

اس کا کوئی دین ہی نہیں ہے جو کسی ایسے امامِ جائر ___ حاکمِ ظالم ___ کی اطاعت کے وسیلہ سے اللہ کی بندگی کرے جو اللہ کی طرف سے منصوب نہیں ہے ___ اور جو اُس امام عادل کی اطاعت کے ذریعہ سے اللہ کی بندگی کرے جو اللہ کی طرف سے منصوب ہو اُس پر کوئی عتاب نہیں!"

اس ضمن میں حضرتِ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

" انما الائمة قوّام اللہ علیٰ خلقه، و عُرفاوه علیٰ عباده، لا یدخل الجنة الّا من عرفهم و عرفوه ولا یدخل النار الّا من انکرهم و انکروه"

"بلاشبہ ائمہ ___ {معصوم و منصوص امام} خلقِ خدا پر خدا ہی کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حاکم و سرپرست ہیں اور اللہ کو اس کے بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ کوئی جنت میں نہیں جائے گا مگر وہ جو انہیں پہچانے اور یہ اُسے پہچانیں ___ اور کوئی جہنم میں نہیں جائے گا مگر وہ جو انھیں نہ پہچانے اور جسے یہ نہ پہچانیں۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کے قرآنی شواہد سورہ اعراف کے وہ آیات کریمہ بھی ہیں جن میں "رجالِ اعراف" کا تعارف کرایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ موضوعِ بحث ایک طرف اتنا روشن، اس قدر واضح اور ایسا قطعی ہے کہ اس میں ذرا بھی ابہام نہیں ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوسری طرف اس مسئلہ کو ایسا مبہم، مختلف فیہ بلکہ فتنہ انگیز حد تک متنازع اور مشکل بنا دیا گیا ہے کہ الامان والحفیظ! بہر حال علمائے اسلام اور وکلائے مسلمین نے اس پر خوب خوب خامہ فرسائیاں بھی کی ہیں۔ تاہم یہ موضوع ہی ایسا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ہے کہ اس پر ہمیشہ بحث و تحقیق اور گفتگو و جستجو کا سلسلہ قائم رہنا چاہیے۔ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ اس موضوع پر پیشِ نظر کتاب ایک ایسے روشن دماغ کے قلم سے سامنے آئی ہے جس کے درجہ استناد اور مرتبہ اجتہاد میں اک ذرا سے بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ اکیسویں صدی کے مطلعِ روشن پر اُبھرنے والے جن ممتاز شیعہ فقہاء اور مجتہدین کا نام لیا جا سکتا ہے اُن میں اُستاذ مکرم محققِ خبیر و ناقدِ بصیر مفکرِ جلیل آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی کا نام نامی کئی اعتبار سے اہمیت اور امتیاز کا حامل نظر آتا ہے۔

اُن کی شخصیت میں جو علمی جامعیت اور عملی پُرکاری ہے وہ اگر بے نظیر نہیں تو شدّت کے ساتھ کم نظیر ضرور ہے۔

اُن کے والد بزرگوار آیت اللہ العظمیٰ میرزا حبیب اللہ اراکی کا شمار بھی حوزہ ہائے علمیہ میں تفقہ اور تقویٰ کی روشن ترین مثالوں میں کیا جاتا تھا۔ وہ عصرِ اخیر میں حوزہ علمیہ قُم کے بنیادگزار آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری اور حوزہ علمیہ نجف اشرف کے عظیم المرتبت استاذِ اصول و فقہ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسن غروی اصفہانی اور آیۃ اللہ العظمیٰ آقا ضیاء الدین عراقی کے صفِ اول کے شاگردوں میں تھے۔ آیت اللہ سید کاظم مرعشی نقل کرتے ہیں کہ آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی اُنہیں حوزہ علمیہ نجف اشرف کی زعامت و سربراہی کے لیے مناسب ترین شخصیت قرار دیتے تھے۔

آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی کے جد مادری (نانا) آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ صفر علی عراقی ___ رضوان اللہ علیہ ___ بھی بزرگ مرتبہ عالم دین ___ فقیہ مجتہد اور عارفِ مکتب اہلِ بیت تھے۔

حضرت آیۃ اللہ شیخ محسن اراکی مدظلہ العالی اس عظیم الشان علمی خانوادہ کے وہ چشم و چراغ ہیں جنہیں خود اُن کے جوہرِ ذاتی نے کسی بھی وصفِ اِضافی سے بے نیاز بنا دیا ہے۔ اس وقت وہ حوزہ علمیہ قُم کے درسِ خارج کے برجستہ ترین اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں اور تازہ ترین موضوعات پر اُن کے افکار و آراء سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

واقعی مسرت کی بات ہے کہ اُن کی اِس نفیس کتاب کا اردو ترجمہ ___ حضرت حجۃ الاسلام

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

والمسلمین مولانا سید ذوالقدر رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی کدوکاوش سے سامنے آرہا ہے۔ قبلہ محترم ایک عرصہ سے مختلف اسالیب میں دین وملت کے لیے انتہائی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ انٹرنیشنل اسلامک لنک ___ (یوکے) کے بانی ہیں۔ مرکز باب المراد۔ لندن اور لندن کی سرزمین پر اولین شیعہ مسجد ___ مسجد امام علی علیہ السلام کے بنیادگزار بھی ہیں۔ اسی طرح سے ہندوستان کی سرزمین پر بھی جامعۃ الثقلین دہلی، سفینۃ الھدایہ ٹرسٹ دہلی جیسے متعدد اداروں کے سرپرستِ اعلیٰ، اور امامیہ یونیورسٹی آف انڈیا کی تاسیس کے منصوبہ ساز کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

اس کتاب کا پاکستانی ایڈیشن محبّ گرامی قدر خلیفہ حسن مہدی صاحب کے زیر اہتمام ''گلستانِ زہرا'' ایبٹ روڈ لاہور کی جانب سے شائع ہورہا ہے۔ خلیفہ سید حسن مہدی بھی اپنے روشن وتابناک خاندانی پس منظر کے لحاظ سے برصغیر کے ایک ممتاز خاندانِ سیادت وثقافت سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے اشاعتی ادارے ___ گلستانِ زہراؑ ___ کے توسط سے اپنے آبائے کرام کی تہذیب ساز وثقافت نواز روایت کو پروان چڑھانے کی سعادتوں سے بہرہ مند ہیں۔ ربّ کریم اُن کے توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اُن کے مساعی جمیلہ کو مشکور قرار دے۔ آمین!

مجھے یقین ہے کہ اردو داں حلقوں میں اُن کی یہ پیش کش بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

عقیل الغروی

مرکز باب المراد، مسجد امام علی
سڈبری ٹاون، ویمبلی، لندن

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۳ء

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پیش لفظ

از

ناشرِ اوّل

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پیش لفظ

'امامت' اسلام کی نظر میں

رہبرِ شہید علامہ سید محمد باقر الصدرؒ امت مسلمہ کے لئے امامت کی اہمیت اور اس کے عظیم الشان 'کردار' پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: امامت سے فی الواقع دو قسم کی ریاست و مرجعیت یا سربراہی مراد ہوتی ہے۔ اول: فکری سربراہی اور مسندِ اعتبار، اور دوسرے: سیاسی و اجتماعی معاملات میں مطلوب سربراہی اور مسندِ اطاعت و محملِ قوتِ نفاذ! اور اعتبار و اقتدار کی یہ دونوں مسندیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے ثابت و موجود تھیں اور اب بھی باقی و لازوال ہیں۔ لیکن ظاہری حالات کے پیشِ نظر یہ بھی ضروری تھا کہ رسول اللہؐ ان مسندوں کے لیے صاحبانِ مسند کا سلسلہ آگے بھی جاری رکھیں، تاکہ فکری استناد و اعتبار کے ذریعے ان مشکلات پر قابو پایا جاسکے جو آگے چل کر مسلمانوں کو فکری طور پر پیش آسکتی ہیں۔ نیز اسی مسندِ علمی کے زیرِ سرپرستی ہمیشہ جدید سے جدید تر پیش آنے والے مسائل کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ بھی لیا جاتا رہے اور قرآن کریم کے پیچیدہ یا مشکل مفاہیم کی صحیح اور ضروری توضیح بھی کی جاتی رہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم ہر قسم کے علمی، فکری اور عملی استناد اور مراجعیت کے لیے بالکل اساسی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ سیاست و معاشرت کے میدانوں میں یہ مراجعیت باقی رہے اور اجتماعی خطوط پر اسلامی فکر و فلسفہ کا کام بہتر طور پر انجام پذیر ہوتا رہے۔ (۱)

آیت اللہ شہید صدرؒ کا خیال ہے کہ: اسلام کوئی بشری نظریہ نہیں ہے کہ جس کی فکری حد

(۱) محمد باقر الصدر، بحث حول الولایۃ، ص ۱۵۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

بندی انسانی تجربہ اور عمل کے ذریعے کی جاسکے، اور ناقص بشری تجربات کے ذریعے اس کے معانی ظاہر ہوتے ہوں بلکہ وہ اللہ کا پیغام ہے جس میں تمام احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہیں ان عام قوانین سے جوڑ دیا گیا ہے جن کی انسانی عمل کے تجربے میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ اس عمل کی رہنمائی کیلئے اس پیغام کی تمام تر تفصیلات اور اس کے احکام ومفاہیم کو شرح وبسط کے ساتھ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ عمل ناپختہ آراء اور پیش پا افتادہ فکری محوروں کو اختیار کرنے پر مجبور ہوگا اور یہ چیز اس عمل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن جائے گی۔ خاص طور پر جب ہم یہ سوچیں کہ اسلام خدا کا آخری دین ہے، جو زمان ومکان کی تمام تر قیود سے بلند ہوکر قیامت تک باقی رہنے کے لئے آیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اسلام کی فکری قیادت، جو عملی طور پر زمانی تسلسل کے ساتھ جاری رہنے والے انسانی عمل کی بنیاد ہے، ایسی غلطیوں کا شکار ہوجائے جو زمانے کے ساتھ مزید پیچیدہ اور خطرناک ہوکر اس عمل کے بالکل تعطل کا باعث ہو۔

اسلام اور امامت

اسلام اور امامت کے مفہوم کے درمیان قرآنی اور منطقی نقطۂ نظر سے لازم وملزوم کا تعلق پایا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى وَ عِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ﴾ سورہ شوریٰ، آیت ۱۳۔

''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس (پر چلنے) کا نوحؑ کو حکم دیا تھا اور (اے رسول) اسی کی ہم نے تمہارے پاس وحی بھیجی ہے، اور اسی کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا، وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، جس دین کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ اُن پر بہت

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

شاق گذرتا ہے۔"

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایک ابدی دین کی حیثیت سے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے منتخب فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الْإِسْلَامُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۹۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

اس لیے خدا کی حاکمیت کے یہ عین مطابق تھا کہ (وہ امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں) ایسے آئمہ ہدایت کا تعین فرمادے جو زمین پر اس کے قانون کی عملی تطبیق کا نمونہ بن سکیں۔ یعنی وہی فکری اعتبار اور عملی اقتدار کی مسندوں کے زمامداروں کی تعیین فرمائے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ سورہ قصص، آیت ۶۸۔

"(اور اے پیغمبرؐ اصل بات تو یہ ہے کہ) تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری، یا قیادت ورہبری) کے لئے منتخب فرماتا ہے، اس امر میں بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔"

قرآن کریم میں موجود امامت کے نظریہ کو "**علامہ شیخ محسن آراکی**" نے جن دلائل اور جن وضاحتوں کے ساتھ بیان کیا ہے، انہیں بلاشبہ اس منصب الٰہیہ کے مفہوم کی مضبوط قرآنی بنیاد تصور کیا جاسکتا ہے۔ اور یقیناً ان سے اسلامی فکر کو روشنی اور جلا مل سکتی ہے۔ درحقیقت امامت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ دو گروہ میں بٹ گئے تھے ایک گروہ کا خیال تھا کہ امامت ایک خدائی منصب ہے جس کے لیے الٰہی نص کے ذریعہ ہی سے کسی اہل شخص کا تعین اور تقرر ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ امامت یا تو اجماعِ امت، یا پہلے والے کی وصیت، جانشینی یا شوریٰ کے توسط سے قائم ہوگی یا پھر اس کا حصول تسلط اور غلبے کے ذریعے ممکن ہوگا۔ گویا اس کے لیے کوئی واضح قرآنی ارشاد ورہنمائی اور کوئی مستحکم اسلامی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

نظریہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ منصب جلیل سراسر عوام الناس کے رحم وکرم پر یا دنیوی لحاظ سے اربابِ اختیار اور اصحابِ اثر ورسوخ کے صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دور میں امامتِ منصوص یا تعیین وتقررِ امام کے لیے نص دینی کے نظریہ کے قائلین کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس نظریے کی توضیح کے سلسلے میں علامہ شیخ محسن آرا کی ان قرآنی توجیہات کو سامنے رکھیں، تاہم حقیقت میں یہ بے نظیر توجیہات پوری فکر اسلامی کیلئے ایک فتح سے کم نہیں۔

یہ بات کسی باشعور شخص سے مخفی نہیں کہ امامت کا نظریہ شروع ہی سے، یعنی حضرتِ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہی سے امت کے اندر زبردست اختلاف وانتشار اور خونریزی کا باعث رہا ہے جیسا کہ شہرستانی نے "**الملل و النحل**" میں لکھا ہے:

"اسلام میں کسی دینی مسئلہ میں اس طرح تلواریں نہیں نکالی گئیں جس طرح امامت کے مسئلے میں یہ افتاد پڑی!"

اسی کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے مسلمانوں میں بھی موجود انتشار وخونریزی کے بنیادی اسباب کو سمجھنے کے لئے بھی ان مسائل اور مباحث کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ان اسباب میں سب سے اہم سبب 'امامتِ الٰہیہ' کے اصلی اسلامی یا قرآنی مفہوم اور اُس کے مصادیق کے صحیح طور پر ادراک سے قاصر رہنا اور انہیں ان کے صحیح محمل اور مقام سے دور کر دینا ہے۔ اس کا جو تلخ نتیجہ نکل سکتا تھا وہ سامنے ہے، کہ امت اسلامیہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ کافروں کا ان پر تسلط قائم ہو چکا اور جو نعمتیں خدا کی جانب سے اس امت کو حاصل ہوئی تھیں وہ اس کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ امت قرآن کے لفظوں میں خیر امت یعنی بہترین قوم تھی جسے لوگوں کے لئے میدان میں لایا گیا تھا۔

علامہ شیخ آرا کی امامت الٰہیہ کے 'نظریہ نص' کے ذیل میں اپنی باتوں کو قرآنی دلائل کے ساتھ اس اسلوب وانداز میں پیش کرتے ہیں جو موضوع سے متعلق ان کے عمیق تجربے اور گہری

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

قرآنی بصیرت کی غمازی کرتے ہیں۔ مطالعے کے دوران آپ دیکھیں گے کہ وہ کس قوت اور رسوخ کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کرتے ہیں۔ غالباً ان کی شخصیت کا ایک نمایاں وصف جوان کے علمی امتیاز کی اصل واساس ہے، وہ یہ ہے کہ وہ **جامعة النجف العلميه** جیسے عظیم اور معتبر ادارے کے فاضل ہیں۔ فقہ، اصول اور فلسفے کی تعلیم انہوں نے عصر جدید کے دو نامور اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے نقیبوں سے حاصل کی ہے۔ ان میں پہلی شخصیت امام شہید آیۃ اللہ سید محمد باقر الصدر کی ہے اور دوسری شخصیت قائد انقلاب اسلامی اور جمہوریہ اسلامی ایران کے بانی امام اکبر آیۃ اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ علیہ کی ہے۔

چوں کہ قرآن کریم کی حیثیت تمام تر دینی مسائل ومعاملات میں فیصلہ کن مرجع کی ہے اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع بھی ہے اس لئے مصنف ''علامہ آراکی'' نے امامت الٰہیہ پر قرآن کے ذریعے اس کی منصوصیت کے اثبات اور خدا تعالیٰ کے علاوہ اس میں ہر کسی کے اختیار کی نفی پر بحث وگفتگو کے لئے قرآنی آیات کے ذریعے استدلال کو ہی ترجیح دی ہے۔

آئمہ کا انتخاب صرف خدا تعالیٰ کا حق ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آئمہ ہدیٰ کے انتخاب وتعیین کے حق کا اللہ کے ساتھ مخصوص ہونا بہت سے انسانوں کو پسند نہیں آیا۔ حتیٰ کہ اس ابلیس کو بھی جسے ''طاووس الملائکہ'' کے وصف سے متصف کیا جاتا تھا اور یہ مخلوقات جن میں سے تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ ☆ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ☆ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ☆ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ☆ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ☆ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾

سورہ ص، آیت ۷۱ تا ۷۶۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

"جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گیلی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں، تو جب میں اس کو تیار کرلوں، اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں، تو تم اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا، تو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے (سجدہ نہ کیا)، وہ شیخی میں آگیا اور منکر ہو بیٹھا، پروردگار نے فرمایا ابلیس تو نے اس کو کیوں سجدہ نہیں کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (اپنی خاص حکمت اور قدرت سے) بنایا۔ کیا تو شیخی میں آگیا یا (حقیقت) میں تیرا درجہ بلند ہے؟۔ ابلیس نے کہا (اسے کیونکر سجدہ کروں) میں تو اس سے بہتر ہوں، مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور اس کو تو نے کیچڑ سے بنایا ہے۔"

خدا تعالیٰ کی جانب سے طالوت کو بادشاہ متعین کیا جانا بھی بنی اسرائیل کو پسند نہیں آیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

"اور اُن کے نبیؑ نے اُن سے کہا: اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔ وہ کہنے لگے طالوت ہمارا بادشاہ کیونکر ہوسکتا ہے طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے۔ اور اس کو تو مال و دولت کے لحاظ سے فارغ البالی بھی نصیب نہیں۔ نبی خدا نے کہا: اللہ نے تم پر (حکومت کرنے کیلئے) اس کو پسند کیا ہے۔ اور (دوسرے یہ کہ) اللہ نے اس کو علم اور جسم (دونوں لحاظ سے) تم پر زیادہ فضیلت دی ہے! اور (تیسرے یہ کہ) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دیتا ہے۔اور (چوتھے یہ کہ) اللہ بڑی گنجائش والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے (کہ کون سلطنت کے لائق ہے)۔"

ٹھیک اسی طرح جاہل عربوں کو رسول اللہ کا رسول منتخب ہونا اور آپ پر قرآن جیسی عظیم کتاب کا نازل کیا جانا اچھا نہیں لگا۔جیسا کہ قرآن کریم اس کو ہمارے لئے یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَقَالُوا لَوْلاَ نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ سورہ زخرف، آیت ۳۱۔

"اور کہنے لگے (اگر) یہ قرآن (اللہ کا کلام ہے تو) دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے (امیر) آدمی پر کیوں نہیں اترا۔"

امامت الٰہیہ کی اس اہمیت اور بے پناہ حساسیت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے امامت کے تعیین و انتخاب کو اپنے ساتھ مخصوص رکھا اور اس میں بشمول انبیاء ورسل، کسی کو بھی شامل نہیں کیا۔

نص کی پیشکش

علامہ آرا کی اپنی زیر نظر کتاب کی تمہید میں اس نظریۂ امامت سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ نظریہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر خالق ومخلوق کے درمیان ایسا ربط قائم کرتا ہے جو اس کی تمام تر ارادی واختیاری فعالیتوں کا احاطہ کرتا ہے۔نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے شانِ عبودیت کو وہ اس انداز سے واضح کر دیتا ہے کہ اس کے ذریعے سچی عبودیت کھل کر انسان کے تمام اعمال وافعال میں سمٹ آتی ہے۔علامہ آرا کی نے اس نظریہ پر بھی جم کر تنقید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت اور سیاسی قیادت خود انسانی ارادے اور انتخاب پر موقوف ہے، اور اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ اس کے بارے میں خدا کی جانب سے اس کا کوئی باضابطہ حکم نازل ہو۔

پہلی بحث میں علامہ آرا کی نے قرآنی مفہوم کے اعتبار سے امامت الٰہیہ کی تعریف بیان کی ہے کہ امامت الٰہیہ ممکنہ حد تک انسان کو عروج وکمال تک پہنچانے کا نام ہے۔

یعنی وہ ریاست عامہ جس کا تعلق دین ودنیا کے تمام امور ومعاملات سے ہے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پھر مؤلف موصوف قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے اس کے شرائط کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق وہ شرائط یہ ہیں:

اول۔ امامت ان تمام امور کا احاطہ کرتی ہے جس میں انسان اختلاف کرتا ہے (یعنی انسانی ارادے کے ذریعے صادر ہونے والا ہر انسانی فعل اس کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

دوم۔ یہ ہر ممکنہ ظلم سے بری اور ہر تقاضائے عدل پر حاوی ہے۔

سوم۔ 'امامت' بہر حال کسی نصِ دینی یعنی توثیقِ الٰہی یا بیانِ قرآنی یا ارشادِ نبوی سے ثابت ہوتی ہے اور امام کا تقرر بہر حال اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے!

مولف موصوف امامت اور حقیقت توحید کے درمیان ایک مضبوط اور مستحکم ربط قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عبادت میں توحید کی حقیقت ہی توحید اطاعت کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ یعنی تمام تر اطاعت وفرمانبرداری بھی خدائے وحدہٗ کے لیے ہی مخصوص ہے۔ اور یہ خدا کی طرف سے منتخب امام کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ جو ہر امر و نہی میں اللہ کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔''

اس سلسلے میں مؤلف موصوف نے مختلف قسم کے قرآنی شواہد پیش کیے ہیں؛ جیسے: آیات عبادت، آیات امر، آیات حکم اور آیات ملک وغیرہ ان آیات سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اطاعت صرف اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ اور حکم، امر، ملک اور ولایت اللہ جل شانہ کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے فرمانروائی وسلطنت کیلئے منتخب کرتا ہے۔ رہا لوگوں کی خواہش یا رائے کا سوال تو اس سے متعلق مصنف کہتے ہیں۔

''اقتدار کے استحکام اور اسے قوت و طاقت پہنچانے کیلئے لوگوں کی رائے ضروری ہے لیکن اقتدار یا ولایت ملکی کے قانونی جواز کیلئے یہ شرط نہیں ہے۔''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دوسری بحث میں مؤلف نے موضوع کے مرکزی نقطے کو اپنی گفتگو کے لئے مخصوص کیا ہے اور وہ یہ کہ امامت الٰہیہ تعیین خداوندی کے تحت ہی ظہور میں آتی ہے۔ یہ ایک مقدس منصب ہے جس کیلئے اللہ اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔

اس ضمن میں بھی انہوں نے متعدد آیات پیش کی ہیں۔ جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

۱۔ آیات امر، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امر صرف اللہ کیلئے خاص ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

۲۔ آیات حکم، یہ اس بات پر دلالت کرتی کہ حکم اور فرمان صرف اللہ کیلئے ہے۔ کسی اور کیلئے ہرگز نہیں۔

۳۔ آیات ملک و سلطان، جن کے ذریعے اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کیلئے خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ آیات ولایت، وہ آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر طرح کی ولایت صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

۵۔ آیاتِ طاعت، ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں وہ آیات شامل ہیں جن سے رسولؐ کے متعلق اطاعت کے حکم کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان آیات پر مشتمل ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معاملے کو اولوالامر کی طرف لے جانا چاہیے۔

۶۔ آیت اختیار، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار صرف اللہ کے حکم میں ہے۔

۷۔ آیت تحکیم

۸۔ آیات ایتاء

آیت شوریٰ۔ ﴿وَ أَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ کی تفسیر میں آرا کی کے کمال علم کی خوبیاں سامنے آتی ہیں۔ آیت شوریٰ بظاہر آیت اختیار سے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس تعلق سے وہ لکھتے ہیں:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

آیت شوریٰ کے تحت رسول اللہ کو لوگوں سے مشورہ طلبی کا پابند بنایا گیا ہے۔ تاہم فیصلے عزم شوریٰ کا اختیار بھی انہی کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ فیصلے کی بنیاد پر نہیں بلکہ وہ باہمی تبادلۂ خیال کا نام ہے جو آخری فیصلے کی تمہید یا مقدمے کی حیثیت رکھتا ہو۔

تیسری بحث میں مؤلف نے "**نص علی الائمہ**" (منصب ولایت کی الٰہی تعیین) پر قرآن کی روشنی میں بحث کی ہے اور اس کیلئے تین مراحل استدلال یا تین صیغے متعین فرمائے ہیں:

(۱) صیغۂ اول: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے تاریخی طور پر آئمہ کے وجود پر روشنی پڑتی ہے۔

(۲) صیغۂ دوم: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے تاریخی طور پر آل ابراہیم میں سے ائمہ کی تعیین اور آپؑ کی نسلوں میں امامت الٰہیہ کے جاری وساری ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) صیغۂ سوم: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کے اہل بیت میں سے امامت کی تعیین پر روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ حضرت علیؑ اور اہل بیت علیہم السلام ہیں جن سے قرآن کے الفاظ میں گندگی کو دور کر دیا گیا اور انہیں پاک ومطہر بنا دیا گیا ہے۔

مؤلف موصوف نے پے در پے چار قرآنی آیات سے استشہاد کیا ہے جن سے تاریخ میں آئمہ پر نص عام کا ثبوت قائم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانوں کیلئے آئمہ کی تعیین فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

"ہم نے ہر قوم کے اندر رسول مبعوث کئے تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں۔"

یعنی ہم نے ہر قوم کے اندر خدا کے معین کردہ ایسے سیاسی قائدین اٹھائے جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی 'عبادت' اس کے حکم کی تابعداری کے ساتھ طاغوت کی فرمانبرداری اور اس کے آگے جھکنے سے انکار کی دعوت دیتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ امامت الٰہیہ کسی خاص وقت اور زمانے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ پوری انسانی تاریخ میں جاری وساری ہے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اس کے بعد محقق آرا کی صیغۂ دوم کی طرف لوٹتے ہیں یعنی وہ آیات قرآنیہ جن کے توسط سے آل ابراہیم میں سے آئمہ کے انتخاب پر روشنی پڑتی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ پے در پے پانچ قرآنی شواہد پیش فرمائے ہیں۔ اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی جانب سے ابراہیمؑ اور آل ابراہیم کے حق میں اس بشارت سے ہوتی ہے جس کے تحت حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے انہیں امامت کے منصب سے سرفراز کیا گیا ہے جب وہ جوان تھے اور مشرکین اور کافرین سے نبرد آزما تھے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ ابراہیم کی زبان سے ارشاد فرمایا:

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾

''اے پروردگار! مجھے ایک حاکم فرزند عطا فرما اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما۔''

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتَابَ وَ آتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾

''اور ہم نے اس کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دیا اور اس کی اولاد میں پیغمبری اور (اللہ کی کتابیں اترنا) قائم رکھا اور ہم نے اس کو دنیا میں بھی (اس کی نیکیوں کا) بدلہ دیا۔ اور آخرت میں تو وہ نیک بندوں میں ہی ہے۔''

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے امامت کو اپنی اولاد کیلئے عطا کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس شرط کے ساتھ دعا کو قبولیت بخشی کہ امامت کی ذمہ داری اسے دی جائے گی جس کے اندر مکمل شکل میں عدالت کی صفت موجود ہو۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ سے اپنے امام بنائے جانے کی خوشخبری سن کر حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔ ''اور میری اولاد کو۔''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تو اللہ نے جواب میں فرمایا:

﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔ ''میرا عہدی (اُعہدہ) ظالموں تک نہیں پہنچ سکتا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت تامہ کی شرط ہی عصمت (حاکم کے معصوم ہونے) کی حد ہے۔

پھر اس ربانی انتخاب کی مصنف نے دو قسمیں کی ہیں:

اول۔ افراد کا انتخاب جیسے آدم ونوح۔

دوم۔ خاندان کا انتخاب جیسے آل ابراہیم اور آل عمران کا امامت کیلئے منتخب کیا جانا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ☆ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

''بے شک اللہ نے سارے جہاں کے لوگوں میں آدم اور نوح کو اور خاندانِ ابراہیم علیہ السلام اور خاندان عمران کو چن لیا ہے۔ (ان دونوں کے خاندانوں سے) وہ عظیم ذُریت جس میں بعض کو بعض سے نسبت ہے! اور اللہ (سب کی) سنتا ہے اور (سب کچھ) جانتا ہے۔''

پھر مصنف انتخاب امامت کے سلسلے میں ایک اہم نقطے کی وضاحت کرتے ہیں اور وہ امام کے اندر صلاحیتوں اور قیادت کی ربانی استعداد کا پایا جانا ہے اور یہ کہ یہ منصب صرف نسل اور خاندان کی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں:

''یہ اور اس نوع کی دوسری آیات آل ابراہیم میں اس ربانی انتخاب کے جاری وباقی رہنے پر دلالت کرتی ہیں۔ مختلف زمانوں میں آل ابراہیم میں سے مخصوص لوگوں کو اس عہدہ سے سرفراز کیا گیا جس کی آخری کڑی رسول اللہ ﷺ ہیں۔''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

یہ بات بھی واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی بعض اولادوں سے جب اس منصب کے تحمل کی صلاحیت مفقود ہوگئی تو امامت خاندان ابراہیم کی دوسری شاخ کی طرف منتقل ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾

''پھر ان کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو تو گنوا دیا اور (دنیا کے) مزوں میں لگ گئے۔''

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللهِ وَ قَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَ قَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾

''تو انہوں نے جو اپنا اقرار توڑا اور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق کی اولاد سے امامت چھین کر آل اسماعیل کی پاکیزہ اولاد میں جاری فرما دیا۔ اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آل و اولاد ہیں۔

مگر تیسرے صیغہ میں وہ آیات ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی امامت پر دلالت کرتی ہیں تو اس کی ابتداء مصنف نے حکمت الٰہیہ کی توضیح سے کی ہے جس میں قرآن اور اہل بیتؑ کی حفاظت و بقاء کے پیش نظر امامت اہل بیتؑ کی حقیقت پر اشاراتی اسلوب میں روشنی ڈالی جائے۔

پھر مولف موصوف چھ ایسی بلیغ قرآنی شہادتیں پیش کرتے ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی امامت پر روشن دلیلیں ہیں۔

ان میں سے پہلی شہادت آیت ولایت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

''تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں جبکہ وہ حالتِ رکوع میں ہوتے ہیں۔''

دوسری: آیت تطہیر ہے۔

تیسری: آیت قربیٰ ہے۔

چوتھی: آیت تبلیغ ہے۔

پانچویں: آیت شہادت ہے۔ جس میں مؤلف نے مندرجہ ذیل چار اہم مفاہیم پر روشنی ڈالی ہے۔

(۱) ہر قوم میں اللہ کا گواہ موجود ہوتا ہے۔

(۲) گواہوں کی شرائط و خصوصیات۔

(۳) زمانہ نبوت میں رسول اللہؐ کی مسلمانوں پر گواہی۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کے بعد خود ان کیلئے گواہ۔

خاتمہ

بہر حال یہ کتاب اسلام کے نظریاتی مباحث میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک گہرے فکری سفر سے عبارت ہے۔ اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ زیرِ نظر کتاب مضبوط فکری اساس رکھنے والی اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب علماء و اہل دانش اور دونوں مکتب فکر یعنی امامت کی من جانب اللہ تعیین کو ماننے والے اور وہ جو اسے خود امت کے اختیار پر موقوف تصور کرتے ہیں، دونوں ہی کے لئے مرجع اور اساس کا کام کرے گی۔ اسلامی فکر پر اس کے مثبت اثر کے ساتھ تمام اسلامی اعمال و افکار اور تصورات پر بھی اس کا اچھا اثر قائم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ من وراء المقصد

مؤسسة بوك اكسترا العالميه
للنشر والتوزيع

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

مقدّمہ

از

آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی مدظلہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

مقدمہ

اسلام میں امامت کی بحث محض عقیدے کی بحث نہیں ہے، بلکہ وہ حقیقت میں اسلام کے مفہوم کی تحدید و تعیین اور اس کے مصداق کے عملی اجراء کی بحث ہے۔ یہ ان چیزوں کے علاوہ جو کلامی، فلسفیانہ اور فقہی نتائج کی شکل میں امامت کی بحث میں غور و خوض سے نظریاتی اور تحقیقی سطح پر سامنے آتے ہیں۔

نص کے قائلین کا یہ نظریہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر خالق و مخلوق کے مابین ایسا ربط قائم کرتا ہے جو اس کی تمام تر حرکاتِ ارادیہ و اختیاریہ کو شامل ہوں۔ نیز خدا کے لئے عبودیت کے حق کو وہ اس انداز و اسلوب میں واضح کرتا ہے کہ تمام حد تک اس کے ذریعے انجام پانے والے تمام ارادی اعمال و افعال اللہ کی مرضی کے تابع ہو جاتے ہیں۔

اس تصور کے تحت خدا یا پروردگار کسی ایسی ہستی کا نام نہیں جس کی محض مذہبی اور روایتی رسم و رواج کے تحت عبادت کر لی جائے، وہ ایسا خدا بھی نہیں ہے جو مساجد و معابد کی دیواروں میں مقید ہو، نہ ہی وہ آباواجداد کی طرح کی کوئی خیالی ہستی ہے جس کی اس حیثیت سے تقدیس و تکریم کی جائے اور اس کے زمانۂ ماضی میں گزر جانے والی شخصیتوں کا تصور ذہن میں بٹھا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ان کی طرح سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی موجودہ کائنات و مخلوقات میں کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہیں رکھتی۔ اسی طرح اس کی شخصیت کسی دیومالائی کہانی کے کردار کی مانند بھی نہیں جس کے ساتھ مافوق الفطرت اور خارق العادہ قوت و طاقت کا تصور شامل ہوتا ہے لیکن وہ محض فرضی اور خیالی ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ خدا صرف مردوں، کمزوروں، مصیبت زدگان اور پریشان حال لوگوں کا ہی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

خدا نہیں ہے اور نہ ہی وہ ایسا ہے کہ خود کو انسان اور اس کے اعمال و افعال سے کنارہ کش کر لے۔ آسمان کی بلندیوں سے وہ زمین پر پیش آنے والے احوال و واقعات کا مشاہدہ تو کرتا رہے لیکن ان میں دخل انداز نہ ہو، یہ خدا اس تصور سے بھی بالا و برتر ہے کہ وہ صرف نرم کلائی اور پند و نصائح کے ساتھ انسان کو مخاطب کرنے والا ہو۔ کوئی سخت بات یا موقف اس پر نہ اپنائے کہ مبادا اس سے ''شرفائے مغرور پن'' کے جذبات مجروح ہو جائیں یا اپنی مرضی کے مطابق زمین کو روندنے والے طاغوتوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچ جائے۔

بہر حال یہ نظریہ کہ اللہ تعالیٰ زمین کے انتظام و انصرام سے دست کش ہو گیا اور زمانہ رسالت و وحی کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی مطلب نہیں رہ گیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد سیاسی قیادت کے معاملے میں ''دخل نہیں دیتا'' ایک ایسا نظریہ ہے جو تناقص و تضاد سے خالی نہیں۔ کہ ان کے اس واقعی قرآنی تصور کے درمیان جس کے تحت خدا کیلئے اس کامل و مکمل عبودیت کا اظہار ہوگا جس کے مطابق ان لوگوں کو ڈھالنا اور جس کی بنیاد پر انسانی معاشرہ کا قیام چاہتا ہے، اور اس تصور کے درمیان کہ قیادت کا معاملہ رسول اللہ کی وفات کے بعد ہر کس و ناکس کی مرضی و منت پر چھوڑ دیا گیا ہے، کوئی منطقی جوڑ محسوس نہیں ہوتا.....

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے بعد جو حوادث و واقعات پیش آئے۔ صرف تین دہائیاں گذرنے کے بعد ہی امت مسلمہ جس ابتر حالات کو پہنچی تھی کہ قوم کے جابر، ملکی اقتدار پر قابض ہو کر عوام کی گردنوں پر سوار ہو گئے، لوگوں کو انہوں نے بے آبرو کیا۔ صالحین اور نیکو کاروں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کا جس طرح انہوں نے قلع قمع کیا۔ ملکی ثروت اور قومی دولت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اس طرح امت مسلمہ ذلت و پسماندگی اور اختلاف و انتشار کی انتہا کو پہنچ گئی اس سے اس گمراہ کن اور فساد انگیز نظریہ کی حیثیت معلوم ہو جائے گی کہ اگر صاحب بصیرت اپنی دونوں آنکھوں کو کھول کر نبی کریمؐ کے وفات کے بعد ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کریں تو انہیں تلخ نتیجہ نظر آئے گا اور امامت و

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

قیادت کے نظریے کو اہمیت نہ دینے کے اسباب خود بخود یقین کے ساتھ معلوم ہو جائیں گے۔جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمْ الْخِیَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَ تَعَالَی عَمَّا یُشْرِکُونَ ☆ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا یُعْلِنُونَ ☆ وَ هُوَ اللهُ لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْأُولَی وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُکْمُ وَإِلَیْهِ تُرْجَعُونَ﴾ سورہ قصص،آیت ۶۸ تا ۷۰۔

''(اور اے پیغمبرؐ اصل بات تو یہ ہے کہ) تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری کے لیے) چنتا ہے۔(اس امر میں) بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے! یہ جس چیز کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں وہ اس سے پاک اور کہیں بلند و برتر ہے۔اور (اے پیغمبرؐ) جو باتیں یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار اُن (سب کو) جانتا ہے۔اور وہی اللہ تو ہے جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور وہی معبودِ برحق ہے! اس کے سوا کوئی معبود نہیں! اور اسی کے لیے ہے تمام حسن شکر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی! اور (دونوں جگہ) اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو لوٹ جانا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے بعد ربانی قیادت کے حاملین دین کی اصل شکل کو ہر حال میں باقی و محفوظ رکھنا چاہتے تھے،اس کیلئے انہیں غیر شرعی اور غیر قانونی اقتدار رکھنے والوں کے ساتھ محتاط اور روشن سلوک اختیار کرنا پڑا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ دین کی اصل حیثیت پارہ پارہ نہ ہو جائے اور اس میں کسی کو کوئی شک پیدا نہ ہو۔یہ ربانی قائدین وفات رسولؐ کے بعد سخت پیچیدہ معاملوں کے مابین تھے۔سچائی کا راستہ زیادہ کٹھن اور دشوار تھا۔یا تو وہ امامت بالنص کے اعلان پر قائم اور اس ذیل میں رسول اللہؐ کی احادیثِ مبارکہ پر زور دیتے رہیں۔جن کو لوگوں نے بگوشِ خود سنا تھا اور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

رسول اللہؐ کے مقربین کی طرف سے اس سلسلے میں انکار و مخالفت کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا اور اس نظریے کو غالب کرنے سے قاصر رہے تھے۔ یا پھر وہ دین کے اس رکنِ عظیم امامت وقیادت سے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن اس چشم پوشی میں دین کا ضیاع اور مستقبل میں اسلامی معاشرے کے زبردست مفاسد وخطرات سے دوچار ہونے کا اندیشہ تھا۔

لیکن دوسری طرف اقتدار میں وہ لوگ تھے جو رسول اللہؐ کی زندگی میں بھی آپ کی مخالفت اور آپ کی آراء میں اعلانیہ شک پیدا کرنے کی کوششوں سے باز نہیں آتے تھے۔ جیسا کہ واقعہ مشہور ہے کہ مرض الوفات میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس موجود بعض لوگوں سے کہا کہ "وہ آپ کے پاس کاغذ اور دوات لے آئیں تاکہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کیلئے ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد لوگ کبھی گمراہی کا شکار نہ ہوں۔ تو بعض لوگوں نے اسے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ ہذیان گوئی کر رہے ہیں، یا آپ پر شدت تکلیف کا غلبہ ہے۔ اور یہ کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اس کے بعد کسی اور تحریر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے سامنے اگر وہ اعلان حق (امامتِ الٰہیہ) پر قائم رہتے اور ان اقتدار نشین جابروں کے ساتھ برسرِپیکار ہونے کی کوشش کرتے تو لامحالہ یہ صورتحال پیش آتی کہ اقتدار سے زبردستی چپکے جانے والے یہ لوگ اپنی اس غلط روش میں مزید پختہ ہو جاتے کہ وہ نہ صرف رسول اللہؐ سے متعلق بیان کی جانے والی باتوں بلکہ آپ کی احادیث مبارکہ میں شک پیدا کریں۔ اور آپ پر نعوذ باللہ، ایسی تہمتیں لگائیں جو آپ کی شخصیت اور آپ کی حق گوئی کے منافی ہو۔

رسول اللہؐ کے قریب سمجھے جانے والے لوگوں کی طرف سے اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہؐ اور آپؐ کی رسالت کے بارے میں شک کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا اور یوں رسالت اسلامیہ اور دین کی بنیادیں جڑ سے اکھڑ جاتیں۔ لیکن دین کے اس اہم اور عظیم رکن کی حقیقت کو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہ لانے میں بھی اسلام کا مستقبل اور اسلامی اجتماعیت خطرے میں پڑتی نظر آرہی تھی جو حقیقی معنوں میں دین کی اصل بنیادوں کے ڈھیہ جانے سے کسی بھی طرح کم خطرناک نہ تھا۔ اس

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

لئے ان الٰہی اور ربانی قائدین کے لئے ضروری تھا کہ وہ توسط واعتدال کی راہ اختیار کریں۔ایک طرف وہ مسلمانوں کو حکومت وقت کے ساتھ ٹکراؤ سے دور رکھیں تو دوسری طرف وہ ان کے سامنے صحیح اسلامی امامت وقیادت کی حقیقت واشگاف کریں۔

چنانچہ انہوں نے اور ان لوگوں نے جن کے ایمان راسخ تھے اور رسول اللہ کے مقربین شمار کئے جاتے تھے، رسول اللہؐ کی احادیث کو لوگوں کو ایسی نرم کلامی اور غیر نزاعی انداز میں بتانا شروع کیا کہ جو حکومت وقت کو مشتعل کرنے کا باعث نہ ہو۔ان میں سے کچھ تو امامت وخلافت کے ذیل میں قرآن میں وارد شدہ آیات کی تطبیق کی حیثیت رکھتی تھیں اور کچھ وہ تھیں جن میں رسول اللہؐ نے امامت کے مسئلہ میں حقائق وحی کی تشریح کی تھی۔اور اس مسئلے کو سمجھایا تھا۔

اسی اسلوب کو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد مسئلہ امامت کے اظہار واعلان کیلئے قرآن کریم نے اختیار کیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ کی وفات کے بعد امامت کے سلسلے میں ایسا اسلوب اختیار کیا جس میں ایک طرف فن کے متلاشیوں کے لئے پوری وضاحت وصراحت بھی ہو اور دوسری طرف ان لوگوں کے ساتھ براہ راست ٹکراؤ سے بچا جائے جو رسول اللہؐ کے بعد حکومت کے پہلے سے ہی خواہشمند اور اس کے منتظر تھے اور دوسری طرف اہل بیتؑ تھے یعنی جن لوگوں کی قیادت کو قبول کرنا ان پر گراں تھا لیکن جنہیں اللہ تعالیٰ نے منصب امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور انہیں تمام عیبوں سے پاک فرمایا تھا۔

اگر کوئی شخص کتاب اللہ میں اچھی طرح غور وفکر کرے اور اپنی آنکھوں پر پڑے ہوئے ہوس اور عصبیت کے پردے کو ہٹائے تو اسے قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیتیں نظر آئیں گی جن میں سے بعض میں اصول وقواعد اور بعض میں اس کے فروع اور مصادیق کے ساتھ امامت و ریاست کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور اسے محسوس ہوگا کہ قرآن میں توحید کے نظریے کا خلاصہ یہی ولایت اور امامت الٰہیہ ہے جو ہمیشہ سے ہر عہد اور ہر دور میں جاری رہا اور آخر تک

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

جاری رہے گا۔

رمضان ۱۴۱۸ھ ق میں لندن میں مجھے بعض اسلامی اسکالرز اور اہل علم و دانش کے ساتھ امامت کے موضوع پر قرآن کریم میں موجود آیتوں سے متعلق بحث و مباحثہ کرنے کا موقع ملا۔ پھر میں نے اس سلسلے میں چار محاضرے تیار کئے جو دار الاسلام ہال میں "**نظرية النص في القرآن الكريم**" (نصب امامت کے لیے 'نظریہ نص' قرآن کی روشنی میں) کے عنوان کے تحت دیئے گئے۔ پھر حاضرین میں سے ہی کچھ لوگوں نے اسے ٹیپ کی مدد سے قلم بند کرلیا۔ یہی چاروں محاضرات (توسیعی خطبات) کچھ تغیر و تبدل اور معمولی اضافوں کے ساتھ موجودہ شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جانب سے حسنِ قبول سے سرفراز فرمائے اور مومنین اور طالبانِ حق کو اس سے نفع پہنچائے۔

انه سميع الدعاء قريب مجيب

محسن الآراکی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پہلی بحث

قرآن کریم میں امامت کا مفہوم

قرآن کریم میں امامت کے معنی انسانی استطاعت کی حد تک اسے درجہ کمال تک پہنچانے والی قیادت یا ولایت ہے۔ امامت قرآن کریم کے مفہوم کے مطابق صرف دینی امور میں عبادت کے معنی نہیں رکھتی اور نہ ہی اس سے عبادات کے علاوہ، صرف دنیاوی امور کی سیاسی قیادت ہی مراد ہے بلکہ 'امامت' سے مراد انسان کی اس کے تمام افعال اختیاری میں قیادت و رہنمائی ہے۔ بالفاظ دیگر ہر وہ فعل امامت کے دائرے میں آتا ہے جو عدل اور ظلم کا احتمال رکھتا ہو، خواہ وہ فعل اجتماعی ہو یا انفرادی، اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے۔ اسی طرح اس پر حق کا اطلاق ممکن ہو یا باطل کا، اس میں ضلالت کا پہلو ہو یا ہدایت کا، اس فعل میں امامت کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم میں امامت کے تفصیلی صفات کا ذکر۔

قرآن کریم کی روشنی میں امامت کی تعریف یا اس کے مفہوم کی تعیین و تحدید کے لئے اس بات کی طرف متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں امامت سے متعلق تفصیلات تین طرح کی ہیں۔

پہلی صفت: امامت ان تمام شرائط کو شامل کرتی ہے جن میں لوگوں کا اختلاف پایا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ امامت ہر قسم کے ارادی فعل پر مشتمل ہوگی، کیونکہ اختلاف کا تعلق ارادہ سے ہی ہے۔ اس کے بغیر اس کا تحقق ممکن نہیں اور فعل غیر ارادی میں اختلاف کا وجود نہیں ہوتا۔ چنانچہ غیر ارادی طور پر وجود پذیر ہونے والی تمام چیزیں اپنے اثرات و نتائج میں یکساں اور متحد ہوتی ہیں اور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

جب ایک انسان دوسرے سے اختلاف کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی اور چیز کا خواہشمند ہوتا ہے اور دوسرا شخص دوسری چیز کا۔ چنانچہ اس طرح دونوں کے درمیان اختلاف کا ظہور ہوتا ہے اختلاف کا مفہوم یہی ہے جو انسانی ارادے کے تحت وجود میں آتا ہے۔ بہرحال جہاں تک فعل غیر ارادی کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف کا امکان نہیں۔ بلکہ اس کی حیثیت ایک طبیعی عمل کی ہوتی ہے۔

دوسری صفت: امامت ہر اس شے کو شامل کرتی ہے جس میں عدل وظلم کا احتمال ہو۔

تیسری صفت: امامت الٰہیہ کا تعلق یکساں طور پر فرد اور معاشرے سے ہے۔ دینی اور دنیوی امور سے بھی اور مادی ومعنوی امور سے بھی۔ گویا کہ اس کا تعلق انفرادی واجتماعی سطح پر انسان کے تمام تر افعال اختیاریہ سے ہوتا ہے۔ قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن سے امامت کے مفہوم میں شامل ان تینوں صفات یا شرائط کی توثیق وتائید ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ قرآن کا متعین کردہ امامت کا یہ مفہوم بنفسہ منصب امامت کی تعیین کی ضرورت پر دلیل کے طور پر کافی ہے۔ نیز یہ بھی کہ امام کا تقرر اللہ سبحانہ کی طرف سے ہو۔ کیونکہ انسان کو اس کے افعال اختیاریہ میں خوبی وکمال تک پہنچانا نص اور وحی الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى﴾ سورہ نجم، آیت ۳۲۔

''تم اپنی پاکیزگی مت جتاؤ! وہ خوب جانتا ہے کون پرہیزگار ہے۔''

دوسری جگہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ﴾ سورہ نساء، آیت ۴۹۔

''بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔''

سب سے پہلے یہاں قرآن کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن سے مذکورہ تینوں صفات یا خصوصیات کی روشنی میں امامت کے مفہوم تعیین ہو سکے، باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَى وَهُوَ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ ذَلِكُمُ اللهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ سورہ شوریٰ، آیت ۹، ۱۰۔

''کیا لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کو اپنا 'ولی' (سرپرست یا حاکم) بنایا ہے۔ تو 'ولی' تو بس اللہ ہی ہے! اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور جس بات میں تم اختلاف کرو تو اس کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے۔ (لوگو!) یہی تو اللہ ہے، میرا پروردگار، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کروں گا۔''

بلاشبہ یہ آیت دو بنیادی مفاہیم کی توثیق کرتی ہے۔

(۱) بے شک اللہ ہی ولی ہے، اور انسان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو ولی بنائے۔

(۲) ہر وہ چیز جس میں لوگ اختلاف کرتے ہوں، اس کا فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔

اور جب ہم ان دونوں مفاہیم کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت و ولایت کا اصل حقدار صرف اللہ ہی ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں کے امور کی انجام دہی اور اس کی ولایت اور اس کا حکم و فیصلہ زندگی کے کسی ایک میدان میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ تمام مختلف فیہ اشیاء کو محیط ہے۔ اور مختلف فیہ شی، ہر وہ فعل ارادی ہے جسے انسان ایسے اسباب و عوامل کے تحت اختیار کرتا ہے جو اس کے ارادہ کا رخ متعین کرتے ہیں۔ فعل ارادی وہ شئ ہے جس میں لوگ اپنی خواہشات، ضروریات، طریقۂ کار میں اختلاف کرتے ہیں اور مائدہ کی دوسری دو آیتوں کو ملا کر دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے قرآنی امامت کی شکل مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ○ وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۵، ۵۶۔

''تمہارا 'ولی' بس اللہ ہے! اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالتِ رکوع میں، اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور ایسے ایمان والوں کو اپنا سرپرست بناتا ہے وہ اللہ کی فوج میں ہوتا ہے اور وہی فوج غالب آکر رہے گی۔''

ان دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کی ولایت اور اس کے رسول کی ولایت اور مومنین کی ولایت 'مطلق' ہے۔ یہ کسی ایک میدان یا کسی ایک عنوان کے ساتھ 'مقید' یا محدود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَ إِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔

''اور جب ابراہیمؑ کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا اور اس نے ان تمام باتوں کو پورا کیا تو پروردگار نے فرمایا: میں تمھیں لوگوں کا 'امام' (حاکم یا سردار) بناؤں گا۔ ابراہیم نے کہا: 'اور میری اولاد کو' فرمایا: میرا عہدہ ظالموں تک نہ پہنچے گا۔''

اس آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے 'امامت' کو ان تمام امور اور تمام پہلوؤں کیلئے 'شامل' اور 'مطلق' قرار دیا ہے جن کیلئے کسی امام کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ یعنی آیت کریمہ ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ إِمَامًا﴾ سے مراد ہر اس شئ میں جس میں لوگوں کو کسی امام ورہنما کی ضرورت پڑسکتی ہو، اور یہ صرف دنیا یا آخرت یا کسی ایک فرد اور یا صرف اجتماعی امور وغیرہ تک محدود و مقید نہیں ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللهُ﴾ سورہ نساء، آیت ۱۰۵۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

''(اے پیغمبر) ہم نے تمہارے اوپر جو کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اس لئے کہ تم لوگوں کا فیصلہ اس طرح سے کرو جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے تم کو دکھلایا ہے۔''

اس خطاب کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان میں اُن تمام امور میں فیصلہ فرمائیں جن میں لوگ فیصلے کے محتاج ہوں۔ یہاں بھی لفظ ''جَعَلَ'' مطلق ہے کسی امر خاص کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں کے درمیان ان کے ہر پیش آمدہ مسئلہ میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں بلکہ اس پر مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹

''مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور حکم مانو اُس کے رسول کا اور اُن 'حاکموں' کا جو تم میں سے ہوں۔''

یہاں بھی ''أَطِیعُوا'' کا صیغہ مطلق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز میں اطاعت کرو جس کا وہ لوگ تمہیں حکم دیتے ہیں۔ اور اطاعت کا 'موضوع' کسی امر معین کے ساتھ مقید نہیں۔ چنانچہ وہ اطاعت و فرماں برداری جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس کا تعلق تمام اوامر و نواہی سے ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ توحید کی طرح ہی امامت کو مرکز توجہ بنایا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امامت سے متعلق آیات ان سے کم نہیں ہیں جن کا تعلق توحید سے ہے۔ قرآن میں اکثر جگہوں پر توحید کے ذکر کے فوراً بعد امامت اور قیادت الٰہیہ کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے بھی واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللهَ لاَ یَغْفِرُ أَنْ یُشْرَکَ بِهِ وَیَغْفِرُ مَادُونَ ذَلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ وَمَنْ یُشْرِکْ بِاللهِ فَقَدْ افْتَرَی إِثْمًا عَظِیمًا☆ أَلَمْ تَرَ إِلَی الَّذِینَ یُزَکُّونَ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

أَنفُسَهُمْ بَلِ اللهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلاَ يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ☆ انظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُبِينًا ☆ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلاَءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ☆ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ☆ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لاَيُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ☆ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا☆ فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ☆ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ☆ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ☆ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ☆ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ☆ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَ مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ☆ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

أَنزَلَ اللهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ☆
فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ
بِاللهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَ تَوْفِيقًا ☆ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللهُ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ☆
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا
رَحِيمًا ☆ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
☆ وَ لَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا
فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَ لَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ
وَ أَشَدَّ تَثْبِيتًا ☆ وَ إِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ☆ وَ لَهَدَيْنَاهُمْ
صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ☆ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ
أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ وَ
حَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ☆ ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ وَ كَفَى بِاللهِ عَلِيمًا﴾

سورہ نساء، آیت ۴۸ تا ۶۹۔

"بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جو گناہ) ہیں جس کو چاہے بخش دے (اور جس کو چاہے نہ بخشے، عذاب کرے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ کیا۔ (اے پیغمبر) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں آپ پاک (اور مقدس) کہتے ہیں (یہ سب غلط ہے) بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔ اور ایک تاگے (یا بال) برابر بھی ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (اے پیغمبر) ذرا دیکھو یہ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں اور یہی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

(جھوٹ) کھلم کھلا گناہ کے لئے کافی ہے۔(اے پیغمبر) کیا تم نے اِن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (اللہ کی) کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا تھا، اور پھر وہ بتوں اور شیطانوں کو ماننے لگے اور کافروں (مکہ کے مشرکوں) کو کہنے لگے کہ یہ تو ایمان لانے والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں۔(اے رسول) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار تم نہ پاؤ گے! کیا اِن کے پاس حکومت وسلطنت کا کوئی حصہ ہے؟ اگر ہو تو لوگوں کو کھجور کی گھٹلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں۔یا جو اللہ نے اپنے فضل سے (تم) لوگوں کو عطا کیا ہے ،اس پر یہ لوگ اُن سے حسد کرتے ہیں؟ یہ (کوئی نئی بات تو نہیں) ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو بھی کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت بھی دی تھی، پھر اُن میں سے کوئی تو اس پر ایمان لایا اور کوئی اس پر ایمان لانے سے باز رہا (یا لوگوں کو ایمان لانے سے باز رکھا)، اور (یقیناً) اُس کے لیے دوزخ کی دھکتی ہوئی آگ کافی ہے۔جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ان کو ہم آگ میں ڈالیں گے۔ ہر بار جب ان کی کھال گل جائے گی تو ہم ان پر دوسری کھالیں چڑھائیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ عزت واقتدار اور حکمت والا ہے۔اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے ہم اُن کو (جنت کے) ایسے باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔وہاں ان کو صاف ستھری بیویاں ملیں گی۔اور ہم ان کو گھنی گھنی چھاؤں میں لے جائیں گے۔ایمان لانے والو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں صاحبانِ امانت کو پہنچاؤ۔اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کا فیصلہ کرو۔ اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے! ایمان لانے والو! اللہ کا حکم مانو! اور اس

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کے رسول کا حکم مانو! اور جو تم میں سے صاحبان حکومت ہیں، ان کا حکم مانو! پھر اگر تم آپس میں کسی بات پر جھگڑا کرو تو اگر تم اللہ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو!۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔ (اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (منہ سے) کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے جو تم پر نازل ہوا ہے، (یعنی قرآن پر) اور جو تم سے پہلے (اور پیغمبروں پر) نازل ہوا ہے، (باوجود اس کے) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے 'طاغوت' (سرکش وخودساختہ حاکم) کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ 'طاغوت' کی بات نہ مانیں اور شیطان تو چاہتا ہی ہے کہ ان کو بری طرح سے بہکا کر سیدھی راہ سے دور پھینک دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس طرف آؤ 'جو اللہ نے اُتارا ہے' اور رسول کی طرف (آؤ)! تو تم منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف سے اپنا منہ ہی پھیر لیں گے۔ پھر اُس وقت اِن کا کیا حال ہوگا (کیسے ذلیل وخوار ہوں گے) جب اِن پر اِنہی کے کرتوت کی وجہ سے مصیبت آن پڑے گی؟! پھر یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے کہ ہم تو صرف میل جول چاہتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تو ان سے درگذر کرو اور ان کو سمجھاؤ، اور ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں تک پہنچے۔ اور ہم نے جو بھی رسول بھیجے صرف اسی لئے بھیجے کہ اللہ کے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے! اور اگر یہ لوگ، جس وقت انہوں نے قصور کیا تھا، تمہارے پاس آ کر اللہ سے معافی کے خواستگار ہوتے، اور پیغمبر بھی (یعنی آپؐ بھی) اُن کیلئے استغفار کرتے تو بے شک اللہ کو یہ بڑا معاف کرنے والا اور بہت مہربان پاتے۔ (اے پیغمبر) قسم ہے تمہارے پروردگار کی! یہ لوگ (اس وقت تک

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

)(صحیح معنی میں، سچے) 'مومن' نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تم سے نہ کرائیں! اور پھر تمہارے فیصلے سے اُن کے دلوں میں کوئی ناگواری پیدا نہ ہو، اور (سچے دل سے) خوشی خوشی اس فیصلے کو مانیں! اور اگر ہم ان کو (یعنی ان منافقوں کو) حکم دیتے کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا، اپنے دیس سے نکل جاؤ، تو ان میں سے چند افراد کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا، اور اگر یہ لوگ (یعنی منافقین) جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے، اس پر چلتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور دین پر خوب جمے رہتے۔ اور اس وقت (جب وہ ایسا کرتے) ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر ضرور ثابت قدم رکھتے۔ اور جو لوگ اللہ اور رسولؐ کا کہا مانیں وہ جنت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ نے سرفرازی عطا کی ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین! اور یہ کیسے بہترین ساتھی ہیں! یہ خدا کا خاص فضل و کرم ہے! اور یہ کافی ہے کہ وہ (بندوں کے تمام حالات، نیتوں اور اعمال ہر ہر شے سے) خوب آگاہ ہے۔"

اس پورے سلسلہ آیات میں قرآن کریم نے پہلے توحید کے بیان سے اپنی بات کی ابتدا کی ہے پھر مضمون امامت کے موضوع کی طرف منتقل ہوا ہے۔ جس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ توحید الٰہی کی تکمیل عملی طور پر صرف اور صرف ربانی قیادت ہی کے ذریعہ سے ممکن ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم نے 'امامت' کے اہداف و مقاصد، اس کے مفہوم و مصداق اور اس کے حدود و شرائط اور فرائض منصبی غرض تمام جہات و جوانب کو مدنظر رکھتے ہوئے بکثرت آیات میں اس امر کی ہدایت فرمائی ہے اور اس پر زور دیا ہے، جیسا کہ سورۂ حدید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ سورہ حدید، آیت ۲۵۔

"ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اتاری (تورات، انجیل، زبور، قرآن) اور انصاف کا ترازو اتارا۔ اس لئے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

یعنی اِن انبیا اور مرسلین کی بعثتوں اور آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کی اصلی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ معاشرے کی قیادت کریں اور 'امامت' کے فرائض انجام دیں۔ اور اس تمام اہتمام کا مقصد یہ ہے کہ لوگ انصاف قائم کریں! اور ہر وہ چیز جس کا اس بات میں دخل ہو کہ لوگ اس میں انصاف کی روش اختیار کریں، تو وہی اس چیز میں ان کے 'امام' ہوں، کیوں کہ انہیں کو اس بات کا ذمہ دار بنا کر بھیجا گیا ہے کہ لوگ انصاف قائم کریں۔ ہر وہ چیز جو لوگوں کیلئے انصاف فراہم کرے، اور عدل قائم کرے یا لوگوں سے ظلم کا خاتمہ کرے تو وہ اس میں امام ہیں۔

اسی طرح وہ آیات بھی مطلق ہیں جن میں اللہ اور نبی کریمؐ اور دیگر رسولوں کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ نے فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۳۲۔

"اللہ اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔"

اللہ نے بڑے بزرگ انبیاء اور رسل کی زبان سے یہ کہلوایا:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِي﴾ سورہ شعراء، آیت ۱۵۰۔

"اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

ہمیں ہرگز ہرگز ایک بھی ایسی آیت نہیں ملتی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کی اطاعت صرف اخروی امور میں یا قبر کے بعد کی زندگی میں صرف عبادت میں خدا کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ "أَطِيعُونِي" کا لفظ مطلق مذکور ہے اور دینی اور دنیاوی تمام امور پر مشتمل ہے اللہ نے اپنے نبی صالح۔ کی زبان سے کہلوایا:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِي ☆ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ☆ الَّذِينَ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ سورہ شعراء، آیت ۱۵۰ تا ۱۵۲۔

''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور مسرفین کے حکم کی اطاعت مت کرو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں۔''

یعنی میری اطاعت کرو، اسراف کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں کی اطاعت مت کرو! اس آیت شریفہ میں نبی صالح۔ اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں تمہارے پاس آیا تا کہ اس زندگی میں تمہاری قیادت و امامت کروں اور تمام امور کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہو اور میں متکبرین اور مفسدین کی اطاعت کرنے سے تمہیں روکوں۔''

اسی بنا پر یہ نظریہ قائم ہوتا ہے کہ 'امامت' قرآنی مفہوم کے اعتبار سے تمام دنیاوی اور دینی امور میں 'ریاست عامہ' سے عبارت ہے۔ یا جیسا کہ ہم نے پہلے کہا امامت انسان کو اس کے افعال اختیاریہ میں عروج و کمال تک پہنچاتی ہے۔ یہی قرآن کی نظر میں امامت کا مفہوم ہے۔

امامت اور حقیقت توحید

قرآن کریم میں ایسی آیتیں بکثرت پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت، ولایت، حکم، فیصلہ اور بادشاہت و سلطنت صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے۔ نہ تو حکومت میں اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی حکم اور فیصلہ میں۔ جس طرح ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم خدا کی عبادت میں کسی اور کو شریک ٹھہرائیں کہ اس کی عبادت کے ساتھ دوسرے کی پرستش بھی کریں، اُسی طرح اطاعت میں بھی ہمارے لئے یہ قطعاً درست نہیں کہ ہم اللہ کی اطاعت میں کسی غیر کو بھی شامل کریں۔ اطاعت بھی صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ اس بات کے پیش نظر ضروری ہے کہ اللہ اپنے مخلوق میں سے کسی کو امام متعین کرے تا کہ امام کی اطاعت، اللہ کی اطاعت کے قائم مقام ہو۔ گویا متعین طور پر اس کی جانب سے ایسا امام ہو کہ اللہ تعالیٰ جس کی اطاعت کا حکم دے، تا کہ امام کی اطاعت کے ذریعے اطاعت خداوندی میں

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

توحید ثابت وظاہر ہو جائے اور امام کی یہ اطاعت، اللہ کی اطاعت کے ہی ہم معنی ہوگی اور اللہ سبحانہ کی اطاعت و بندگی میں وحدانیت کا حصول صرف اس امام کی اطاعت کے ذریعے ہی ممکن ہے جس کا تعیین وتقرر اللہ کی جانب سے ہوا ہو اور جو صرف اللہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام انجام دے۔

متعدد آیات میں یہ بات مذکور ہے کہ طاعت و بندگی صرف اللہ کے لئے ہے اور حکومت و بادشاہت اور امر وولایت اللہ کی ذات کے ساتھ ہی مختص ہے۔ جسے چاہتا ہے حکومت و بادشاہت کیلئے منتخب کرتا ہے ان میں سے بعض آیات کا تعلق عبادت سے ہے مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی زبان سے کہلواتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ سورہ مومنون، آیت ۲۳۔

''اور ہم نوحؑ کو اس قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیج چکے ہیں، تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: لوگو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا سچا معبود نہیں کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟''

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

سورہ نحل، آیت ۳۶۔

''اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا صرف اس پیغام کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور 'طاغوت' (یعنی سرکش اور خود ساختہ حاکم) سے بچو!''

خود عبادت کے معنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پوری تابعداری اور اس کی مکمل اطاعت و بندگی کے ہیں۔ ظاہری سطح پر محض رسم ورواج کا نام عبادت نہیں ہے۔ اسی لیے بعض آیتیں 'امر' اور 'حکم' کے الفاظ اور ان کے مفاہیم کے ساتھ حضرت ربّ العالمین کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ مثلاً یہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ سورہ اعراف، آیت ۵۴۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

''سن لو! اُسی نے سب کچھ بنایا ہے اور اُسی کی حکومت ہے! وہ اللہ بڑی برکتوں والا ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔''

اس آیت کے ذریعے یہ بات واضح کردی گئی کہ خلق و امر کا کام اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی طرح اس کے غیر کو صرف اس بادشاہت و حکومت کا اختیار ہوگا جو اللہ نے اسے عطا کی ہو، کیوں کہ تمام تر اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

اسی طرح قرآن کی بعض آیات خدا کی حاکمیت (حکم) کو واضح کرتی ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْحُكْمُ﴾ سورہ انعام، آیت ۶۲۔

''سن لو! حکم تو بس اللہ ہی کے لیے ہے۔''

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ سورہ انعام، آیت ۵۷۔

''اللہ کے سوا کسی کو حکم (حکومت کا یا فیصلہ کا) اختیار نہیں۔''

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ سورہ کہف، آیت ۲۶۔

''اور وہ اپنے حکم یا فرمان میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

اور بعض آیتوں کا تعلق بادشاہت سے ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ☆ مَلِكِ النَّاسِ﴾ سورہ الناس، آیت ۱،۲۔

''(اے پیغمبر) کہو میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے ربّ کی، لوگوں کے بادشاہ کی۔''

مذکورہ بالا حوالوں اور تشریحات قرآنی سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ ہی بادشاہ ہے اور وہی امر و نہی کا اختیار و استحقاق رکھتا ہے، وہی 'حاکم مطلق' ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکومت و قیادت اور امر و نہی کے کام کو بالذات اور بلا واسطہ انجام دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بشریت سے منزہ ہے اور وہ کوئی مرئی جسم نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں کے مابین انہی کے مثل انسان کے ذریعہ قیادت و حکومت کے کام کو عمل میں لائے، کہ حاکم و محکوم میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو۔ خورد و نوش اور دیگر بشری ضروریات میں بھی وہ عام

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

لوگوں کے مثل ہو۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی مخصوص صفات کا حامل ہو جس کی بنیاد پر وہ اس بات کا اہل ہو سکے کہ لوگوں کے سامنے احکام الٰہی کی توضیح کرے۔ اطاعت و بندگی کی دعوت دے اور ان امور کی طرف ان کی رہنمائی کرے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں۔

اسی طرح اُس ربانی انسان کی اطاعت، جس کے پاس من جانب اللہ ایسے دلائل و براہین موجود ہوں جو اس کو امامت و قیادت کے الٰہی منصب پر سرفراز کئے جانے پر دلالت کرتے ہوں، اللہ کی اطاعت، اور اُس کی تابعداری، اللہ کی تابعداری ہوگی۔

مذکورہ بالا باتوں سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حکومت الٰہیہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ براہ راست حکم الٰہی کا نفاذ ہو جائے بلکہ اس کا مطلب و مقصود یہ ہے کہ حکم الٰہی کا نفاذ اللہ کے نمائندوں اور ان افراد کے ذریعے جنہیں اللہ نے حکم و فیصلہ کی اجازت دی ہے، عمل میں آئے، نیابتی اقتدار یا حکومت کا معاملہ صرف ربانی حکومتوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انسانی حکومتیں بھی اسی انداز پر چلتی ہیں۔

مثال کے طور پر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس ملک کا قائد اور حاکم ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اس ملک کا حاکم اور قائد قیادت اور حکومت کے تمام امور کو بذات خود انجام دیتا ہے بلکہ اس کے لئے معاونین، نمائندگان ممبران اور ایک ایسے نظام کی ضرورت پڑتی ہے جس کے تحت اس کے فرمان جاری و نافذ ہو سکیں اور رعایا کے معاملات و مسائل کی انجام دہی ہو سکے۔

چنانچہ جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ہمارا قائد ہے، اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے ہر فرد کا تعلق اس قائد سے براہ راست ہے بلکہ حقیقت میں قائد اپنی طرف سے کچھ ایسے نمائندہ افراد کا تقرر کرتا ہے جو اس کی نیابت میں ملکی امور کو انجام دیتے ہیں اور ان کا حکم قائد کیحکم کے مانند ہی نافذ العمل ہوتا ہے۔ اور اس نمائندے کی اطاعت قائد اعلیٰ کی اطاعت کے قائم مقام ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۲۶۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

"آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی بادشاہت و ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک و بادشاہت چھین لیتا ہے۔"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو ہی حکومت و اقتدار عطا کرتا ہے اور تو ہی اس اقتدار و حکومت کو چھین لیتا ہے۔ تیرے علاوہ کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ حکومت و اقتدار عطا کرے یا چھین لے۔ اور تو ہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ذلت۔ ہر قسم کی خیر و بھلائی تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۂ بقرہ میں طالوت کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

"اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔ وہ کہنے لگے طالوت ہمارا بادشاہ کیوں کر ہوسکتا ہے۔ طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے، اور اس کو مال و دولت کی فارغ البالی بھی حاصل نہیں۔ پیغمبر نے کہا اللہ نے تم پر (حکومت کرنے کیلئے) اس کو پسند کیا ہے اور (دوسری یہ کہ) اللہ نے اس کو علم اور جسم کی قوتیں زیادہ دی ہیں اور (تیسرا یہ کہ) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ اقتدار و حکومت الٰہی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے۔

﴿قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ﴾

"پیغمبر نے کہا اللہ نے تم پر (حکومت کرنے کیلئے) اس کو پسند کیا ہے اور اللہ نے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اس کو علم اور جسم کی گنجائش (تم سے) زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے۔"

اللہ عزوجل ہی جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت واقتدار کو نافذ کرنے کیلئے منتخب کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًاوَلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیکٌ فِی الْمُلْکِ﴾ سورہ اسراء، آیت ۱۱۱۔

"اور کہو سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اولاد نہیں رکھی اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے۔"

اگر کوئی شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے اقتدار اور حکومت اور امر و نہی کا اختیار مانے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اللہ کی حکومت وقدرت میں اس کا ایک شریک ٹھہرادیا اور یہ امر اللہ کی اطاعت و بندگی میں شرک کی مانند ہے جس کو قرآن نے صراحتاً مسترد کردیا ہے۔ ہاں الٰہی سلطنت کے قیام کے لیے لوگوں کی رائے اور اختیار بطور تعاون ضرور شامل ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیادت الٰہی کیلئے تعاون اور اس کے قیام کیلئے کوشش کرنا ہے تاکہ قیادت الٰہی معاشرے میں عادلانہ نظام قائم کرسکے۔ ورنہ فی الحقیقت الٰہی سلطنت اور انبیاء کی سلطنت کا مصدر صرف اور صرف ذات خداوندی ہے۔ ملک وحکومت صرف اللہ کیلئے سزاوار ہے اور جس کو چاہے منتخب کرتا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاکم کا تقرر وتعین تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے مگر لوگ اس کی اطاعت نہیں کرتے اور نہ ہی مدد اور تعاون کرتے ہیں، نہ ہی اس کی قیادت وامامت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن لوگوں کے اس کی اطاعت ونصرت اور اس کی قیادت کو تسلیم نہ کرنے سے قانون حق و جواز سلب نہیں ہوتا ہے۔ جسے اللہ نے لوگوں کے امور کی تنظیم وتدبیر کے لیے مقرر اور متعین کردیا ہے، حقیقتاً حاکمِ قانونی وشرعی تو وہی ہے، وہی 'امامِ برحق' ہے۔ اگرچہ لوگ اس کے مخالف ہونے کی بنا پر اور اس کا تعاون نہ کرنے کی وجہ سے اسے حکومت کا اقتدار واختیار ہاتھ میں لینے اور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

استعمال کرنے کا موقع عملی طور پر نہ دیں۔

ظاہر ہے کہ حکومت کو قدرت وطاقت بخشنے کیلئے عوامی رائے ضروری ہے، لیکن قیام حکومت کا دارومدار اصلاً لوگوں کی آراء پر نہیں ہے۔ یعنی حاکم یا قائد کی قیادت کے قانونی طور پر جائز یا ناجائز ہونے میں عوامی رائے کا کوئی کردار نہیں ہوتا، بلکہ حکومت وقیادت کے قیام ونفاذ میں اس کا رول ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک لوگ قائد کی قیادت کو تسلیم نہ کریں، اس کے امر وحکم کی بجا آوری پر خود کو راضی نہ کریں، اور اپنے طور پر اسے مطلوبہ مدد نہ پہنچائیں تو خواہ وہ قائد یا حاکم کتنا ہی اہل اور صالح مزاج وفکر کا کیوں نہ ہو، وہ صحیح طور پر اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتا۔

ربانی نظریۂ امامت اور اس دنیوی ومادی نظریہ امامت میں جو اس کائنات میں کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی بنیادی فرق یہی ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ حق اور عدل لوگوں کے اختیار اور پسندیدگی سے پہلے ہے (یعنی ایسا نہیں کہ عدل وانصاف اور حق کا وجود تب ہوگا جبکہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہو) اور لوگوں کیلئے ضروری ہے۔ جیسا کہ انسانی عقل ووجدان اور ضمیر کا تقاضا ہے کہ وہ اس قائد کو پسند کریں۔ ہاں البتہ مادی نظریہ کے مطابق لوگوں کی طرف سے پسندیدگی کے بغیر امامت کے عدل وانصاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس مادی نظریے نے اخلاقیات اور اعلیٰ اقدار انسانی کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔ اگر ہم اس بات سے انکار کریں کہ لوگوں کی عدم رضا کے باوجود جو امامت قائم ہوئی وہ حق پر ہے اور انسان کے مطابق ہے۔ تو پھر اخلاقی اقدار کا وجود کہاں رہا؟ کہ جن کی لوگ پیروی کریں اور مصلحین اس کی لوگوں کو دعوت دیں۔ پھر تو اخلاق کا اطلاق ان تمام چیزوں پر ہوگا جس کو لوگ اپنے طور پر پسند کرلیں۔ خواہ وہ جیسی بھی ہوں۔ گویا اگر لوگ صالحین اور انبیاء کے قتل پر بعض مفسدین اور تکبر پسندوں کے بھڑکانے پر متفق ہوجائیں، جیسا کہ تاریخ کے مختلف دور میں ایسے واقعات بکثرت پیش آچکے ہیں تو انہیں اخلاقی طور پر مذموم نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ سب کچھ لوگوں کی مرضی اور منشا سے ہوا ہے اور جو لوگوں کی مرضی اور ارادے سے ہو وہ صحیح اور قابل جواز ہے۔ اگر اسے تسلیم کرلیا جائے پھر

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اہل اصلاح، اخلاق پسندوں اور ماہرین تعلیم وتربیت کی کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی اور اخلاق واقدار کا انسانی معاشرے میں کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔ پھر تو انفرادی یا اجتماعی سطح پر جو کچھ بھی پیش آرہا ہے اس سے اہل اخلاق واصلاح کو کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔

بہرحال انسانی عقل ووجدان کے مطابق، ایسے مسلّم انسانی اخلاق واقدار کا پایا جانا ناگزیر ہے جو حق وعدل کا مظہر ہوں اور انسان کی اپنی خواہش اور چاہت پر موقوف نہ ہوں۔ یہ اعلیٰ اخلاقی وانسانی اقدار ہی بذات خود قابل اعتبار واستناد ہیں اور خداوند قدوس ہی حکومت وقیادت کے قانونی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مذکورہ بالا آیات اور آگے آنے والی آیات بطور دلیل اس بات کے اثبات کیلئے کافی ہیں۔

قرآن میں خدا ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقُلْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیکٌ فِی الْمُلْکِ﴾ سورہ اسراء، آیت ۱۱۱۔

''اور کہو سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اولاد نہیں رکھی اور نہ کوئی سلطنت میں سے اس کا کوئی ساجھی اور شریک ہے۔''

﴿فَتَعَالَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ﴾ سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۴۔

''اللہ کی شان بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے (وہی مالک حقیقی ہے)۔''

﴿لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ سورہ تغابن، آیت ۱۔

''اسی کی (سارے جہاں میں) بادشاہت اور اسی کو تعریف سجتی ہے۔''

﴿تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِهِ الْمُلْکُ﴾ سورہ ملک، آیت ۱۔

''بڑی برکت والا ہے وہ (خدا) جس کے ہاتھ میں (سارے جہاں کی) بادشاہت ہے۔''

تمام بادشاہت وحکومت اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی کائنات کا مالک حقیقی اور بادشاہ ہے۔ اس

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

بادشاہت سے مراد صرف آخرت کی بادشاہت یا حکومت ہی نہیں بلکہ اللہ کو دونوں جہانوں کی مطلق حاکمیّت حاصل ہے۔ مذکورہ بالا آیات اور دیگر بہت سی آیتیں اللہ کی اس صفت پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ نے فرمایا:

﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ﴾ سورہ قصص، آیت ۷۰۔

''دنیا اور آخرت میں اسی کو تعریف سجتی ہے اور دونوں جگہ اسی کی حکومت ہے۔''

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ذَلِكُمُ اللهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ سورہ فاطر، آیت ۱۳۔

''وہ رات کو دن میں سمو دیتا ہے اور دن کو رات میں۔ سورج اور چاند کو اس نے تمہارے لئے مسخر کیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو ایک معین وقت تک اپنی حرکت جاری رکھنا ہے۔ یہ ہے تمہارا پروردگار اللہ، حاکمیت اسی کیلئے ہے اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی حاکمیت (اور مالکیت) نہیں رکھتے۔''

﴿وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

''اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مذکورہ بالا قرآنی آیتوں اور ان کے علاوہ مزید متعدد آیتوں کے ذریعے عبادت ہی کی طرح 'اطاعت' میں بھی اللہ ہی کی توحید پر زور دیا گیا ہے۔ اور اصلاً توحید خداوندی کے مفہوم کے اندر اطاعت میں خدا کی توحید کے معنی شامل ہیں۔ عبادت و عقیدہ میں توحید اللہ کی اطاعت میں توحید کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

.....☆.....

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دوسری بحث

امامت کی تعیین الٰہی ذریعہ سے ہی ممکن ہے

ہم نے گذشتہ صفحات میں قرآنِ مجید کی روشنی میں امامت کی تعریف اور اس کے مفہوم کی وضاحت کی۔ اور امام اور امامت کے سلسلے میں قرآن کریم کے متعین کردہ معیار کو پیش کیا، نیز ہم نے واضح و روشن دلائل اور قرآنی نصوص کی بنیاد پر یہ بتایا کہ امامت کا مفہوم انسان کو اس کی زندگی کے تمام اختیاری امور میں عروج کمال تک پہنچانا ہے۔ اب ہم یہاں پر قرآن میں موجود نظریۂ امامت پر بحث کریں گے۔ چوں کہ امامت ایک ربانی منصب ہے، لہٰذا خدا جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ لہٰذا امامت کی تعیین و تحدید کا اختیار صرف اللہ کیلئے ہے اور یہ اختیار لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ اور ہم دیکھیں گے کہ قرآن میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ امامت ایک ربانی امر ہے۔ اس منصب کو انجام دینے کیلئے اللہ لوگوں کو منتخب کرتا ہے اور اللہ نے امامت کے امور کو لوگوں کی اپنی پسند اور اختیار پر نہیں چھوڑا ہے۔ گزشتہ صفحات میں مذکورہ باتیں بذات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ منصب امامت کا تعیین و تقرر خدا کی طرف سے ہونا چاہیے کیوں کہ امامت سے مراد انسان کی اس کے تمام اختیاری امور میں اللہ کے متعین کردہ حدود کے مطابق قیادت کرنا ہے۔ اس مفہوم سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے انتخابِ امام کا امر اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ عام انسانوں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خود امامت کی اہلیت و صلاحیت رکھنے والوں کا انتخاب کریں۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ منصب امامت کی تحدید و تعین صرف اللہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

قرآن کی تحدید کے مطابق امامت کا یہ مفہوم بذات خود نظریہ النص اور تعین الٰہی کیلئے لازمی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نکتے سے قطع نظر، قرآن میں یہ بات بالکل صاف اور واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن نے صرف منصب امامت کیلئے کسی فرد کے من جانب اللہ تعین وتقرر کی تاکید وتصریح پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ قرآن نے عملی طور پر بھی برت کر دکھایا ہے۔ ہم مناسب جگہ پر اس پر روشنی ڈالیں گے۔

یہاں پر ہمارا موضوع بحث قرآن میں منصب امامت کی تعین کا نظریہ ہے اور ہم اس حوالے سے قرآن کی چند ایسی آیتوں کا ذکر کریں گے جن میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ منصب امامت کیلئے کسی شخص کے تعین وتقرر کا اختیار صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ اس ضمن میں قرآن میں بہت ساری آیات وارد ہوئی ہیں۔ ہم نمونے کے طور پر مندرجہ ذیل آیات کو بیان کریں گے۔

۱۔ آیات امر

یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی کہ امر وحکومت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے۔

﴿بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا﴾ سورہ رعد، آیت ۳۶۔

''بلکہ اللہ ہی کے لئے تمام حکومت ہے۔''

دوسری جگہ ہے:

﴿لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ سورہ اعراف، آیت ۵۴۔

''اس نے سب کچھ بنایا اور اسی کیلئے ہے حکومت۔''

یہ بھی ظاہر ہے کہ ان عبارتوں میں حصر کے معنی پائے جاتے ہیں، کیوں کہ اس میں نحوی لحاظ سے جس جزوِ کلام کو مقدم ہونا چاہیے اسے موخر کیا گیا ہے، جیسا کہ جار اور مجرور کو عامل پر مقدم کرنا اور مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا، اور یہ اسلوب کلام عرب میں حصر کے معنی ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ سورہ حمد، آیت ۵۔

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔''

وہی اسلوب ہے چنانچہ یہ آیت بھی عبادت واستعانت میں 'حصر' پر دلالت کرتی ہے۔

اللہ کے اس قول ﴿لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ خلق وامر صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیں۔ اب ہم اس پوری آیت کو دیکھتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے کہ:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ سورہ اعراف، آیت ۵۴۔

''بے شک تمہارا مالک اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ کائنات کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپتا ہے اور رات دن کے پیچھے لگی دوڑی آرہی ہے اور سورج اور چاند تاروں کو پیدا کیا کہ وہ سب اس کے حکم کے تابعدار ہیں۔ سن لو اسی نے سب کچھ پیدا کیا اسی کی حکومت ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔''

اس آیت کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے لہٰذا خلق اور امر، جس میں امرِ حکومت بھی داخل ہے، اُسی کیلئے ہے۔ چنانچہ ہر طرح کا امر ونہی بھی اللہ کے لئے ہے، لہٰذا کسی اور کو کسی بھی امر ونہی کرنے کا حق نہیں ہے۔ اللہ کی ذات کے ساتھ امر کے خاص ہونے کا مقصود یہ ہے کہ اقتدار وسلطنت صرف اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے نہ کہ اس کے غیر کے۔ لہٰذا امر کا معنی سلطنت اور حکم کے ہے اور اسی لئے ان دونوں کیلئے امارت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور قائد اور حاکم کیلئے ''امیر'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ آیت حاکمیت کے ذات باری تعالیٰ پر

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

موقوف ومنحصر ہونے پر انتہائی واضح دلالت کرتی ہے۔اور جب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حاکمیت واقتدار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو یہ بات بھی خود ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ ہی انسانی معاشرے کا حاکم مطلق ہے۔ وہی اپنی نیابت میں انسان کیلئے امام وقائد کا انتخاب کر سکتا ہے اور حاکم وامام و امیر کے تعین کا حق اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

۲_ آیات حکم

ان آیاتِ کریمہ میں بھی یہی بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ حکم اور فیصلہ (حکومت اور قضاوت) صرف باری تعالی کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ حکم اسی کیلئے ہے اور فیصلہ کا حق اسی کو ہے۔اس کے علاوہ کسی کو اس کا کوئی حق یا جواز حاصل نہیں ہے۔جیسا کہ اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْحُكْمُ﴾ سورہ انعام، آیت ۶۲۔

''سن لو حکومت صرف اللہ کیلئے ہے۔''

اسی طرح دوسری جگہ پر ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ سورہ انعام، آیت ۵۷۔

''نہیں ہے حکومت مگر صرف اللہ کیلئے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ سورہ کہف، آیت ۲۶۔

''اس کی حکومت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔''

اس کے حکم میں کسی کو اس کا ساجھی اور شریک ٹھہرانا ممکن نہیں ہے اور حکم کو اللہ اور اس کے غیر یا عوام اور اللہ کے درمیان تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ حکم صرف اللہ کیلئے خاص ہے۔اور حکم وفیصلہ اور حاکم کا تعیین وتقرر، یہ سارے امور اللہ کی ذات پر ہی موقوف ہیں۔اس میں اس کا کوئی شریک اور شراکت دار نہیں۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

۳_ آیات ملک

اس آیت میں بھی بادشاہت وحکومت کو صرف اللہ کیلئے خاص کر دیا گیا ہے اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۲۶۔

''(اے پیغمبر) کہہ دو میرا خدا سارے ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے۔''

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کے لئے خاص ہے وہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ پھر آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۲۶۔

''اور تو جس کو چاہے عزت دے اور تو جس کو چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی مبارک ہاتھ میں ہے۔''

اس آیت کے آخر میں ''عزت وذلت'' کے تعلق سے جو دو الفاظ مذکور ہیں ہم ان کے مفہوم پر بحث کریں گے، کیوں کہ یہ ایک اہم بحث ہے اور ان دونوں الفاظ کے مفہوم کا، امامت اور ولایت کے مفہوم سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہاں اس جانب اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ امر و حاکمیت سے متعلق اوپر پیش کردہ تمام قرآنی مفاہیم ایک وسیع ہمہ گیر، متحد المعنی اور باہم ہم آہنگ نظام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر ایک مفہوم سے دوسرے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے اور ہر ایک مفہوم کا دوسرے سے گہرا رابطہ ہوتا ہے۔ اس سیاق میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ عزت وذلت کے مفہوم کا امامت سے گہرا ربط ہے، ان دونوں کو قرآن کریم کے نظام تفہیم میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ قرآن کے اس آیت کے ٹکڑے ﴿بِیَدِکَ الْخَیْرُ﴾ ''تمام خیر وفلاح اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے'' میں لفظ ''الْخَیْرُ'' خاص قرآنی مفہوم رکھتا ہے اور اس کا امامت کے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

معنی سے بھی خصوصی ربط ہے۔ کیوں کہ امامت کمال انسانی کا ذریعہ ہے اور وہ خیر کے ان تمام معانی کو شامل کرتا ہے جو اللہ سبحانہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ لہٰذا انسان کے لئے خیر کا حصول صرف نظام امامت کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ ہمارا موضوع اس وقت اس آیت کی تفسیر و توضیح نہیں ہے بلکہ ہم تو بطور شہادت آیت کے اس ٹکڑے کو پیش کرنا چاہیں گے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۲۶۔

''کہہ دو! اے خدا ملک کا مالک تو ہی ہے تو جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے۔''

اس آیت میں یہ بات صاف طور سے بیان کر دی گئی کہ بادشاہت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے وہی جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

''اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے۔''

اس آیت میں ہم نے دیکھا کہ لفظ ''ملک'' کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ جس سے اس بات کی توثیق و تائید ہو جاتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

اس آیت میں اور اس جیسی دوسری آیتوں میں امامت کے تعین کے نظریہ کیلئے صریح قرائن موجود ہیں۔ چنانچہ یہ آیت جو بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔''

لفظ ''مَلِکً'' صراحت کے ساتھ بادشاہت پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس سے مراد صاحب حکومت و سلطنت اور سیاسی قائد ہی ہے۔ اس آیت سے صاف طور پر یہ واضح ہو گیا کہ بغیر کسی شک و شبے کے کہ حکومت یا بادشاہت کے معاملات صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس آیت

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے بادشاہت کے امور میں دخل دینے کی کوشش کی اور ربانی اختیار وانتخاب پر اعتراض کیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ

﴿أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

''طالوت ہمارا بادشاہ کیونکر ہوسکتا ہے طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے۔ اور اس کو تو مال ودولت کی فارغ البالی بھی نصیب نہیں۔''

چنانچہ اللہ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

''اللہ نے تمہارے لئے اسے انتخاب کیا ہے، اور اسے علم اور جسم کی قوتوں سے سرفراز کیا ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ کے علاوہ کسی بھی شخص کو امور بادشاہت اور سیاسی قیادت میں دخل دینے کا حق نہیں ہے کیوں کہ بادشاہت وقیادت بھی صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بادشاہ بنادیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ ''اللہ جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے''۔

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ تعین الٰہی یا من جانب اللہ نصب امامت کے نظریہ سے حکومت و ولایت میں امت کا کردار کالعدم نہیں ہوجاتا بلکہ حقیقت میں امت کا بھی اس سلسلہ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ قرآن کے مطابق، حکومت میں اُمت کا بنیادی کردار ہوتا ہے اور وہ کردار حکومت کو قوت بہم پہنچانا ہے! اس لئے کہ سیاسی حکومت کو عوام ہی سے اطاعت اور اتباع کی شکل میں مدد اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اگر عوام اپنے سیاسی قائد سے خوش نہ ہوں تو وہ قائد یا حاکم بجا طور پر حکومت کی ذمہ داری نہیں نبھا سکتا۔ ظالم کو ظلم کی سزا اور طالب انصاف کو انصاف نہیں دلا سکتا۔ بنابریں اس کے ساتھ عوام

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کی ایسی رضامندی ناگزیر ہے جس پر یہ الٰہی قیادت اعتماد اور بھروسہ کر سکے۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ نصب امامت میں نص کا جو نظریہ ہم پیش کر رہے ہیں وہ حقیقت میں قرآنی نظریہ ہے۔ اس نظریہ کا تقاضا ہے کہ حکومت کو اللہ کے ساتھ خاص سمجھا جائے، اور سیاسی قیادت کے قانون جواز کو من جانب اللہ منصوب اور منصوص امامت میں محصور سمجھا جائے، لیکن حقیقت میں قیادت کے خدائی تعین سے صرف اس کا قانونی جواز ہی ثابت ہوتا ہے، عملاً عوام کو اس نظام حکومت میں بھی ان کا فطری اور خصوصی مقام حاصل ہے اور وہ اسے ضروری قوت اور مدد پہنچانا ہے تا کہ وہ قیادت اپنا فریضہ ٹھیک ٹھیک طور پر انجام دے سکے۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے کہ امامت و بادشاہت اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ کسی اور کیلئے نہیں ہے اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ ملک و بادشاہت اور سیاست قیادت کا قانونی جواز صرف اللہ کی ذات میں منحصر ہے لہٰذا قائد و امام کا تعیین ربانی تعیین کے ذریعے ضروری ہے تا کہ لوگوں کے درمیان بادشاہت و حکومت کی باگ ڈور کا سنبھالنا قائد کے لئے ممکن ہو سکے کیوں کہ قیادت کا قانونی قائد الٰہی تعیین کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس زمین پر اللہ کے حکم کا نفاذ اور لوگوں کی قیادت کا عمل قائد کے لئے کب ممکن ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیادت کے امور کی انجام دہی کیلئے عوامی حمایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا امت یا عوام کا اصل کردار قیادت کو قوت و مدد دینا ہے۔ جہاں تک سوال قیادت کے قانونی جواز کا ہے تو یہ صرف اللہ ہی سے حاصل ہوگا کیوں کہ امامت، حکومت و بادشاہت سے متعلق کچھ آیات یہ بھی ہیں:

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۰۷۔

''اسی کیلئے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔''

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ سورہ اسراء، آیت ۱۱۱۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

''اور آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس کے پاس کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک وساجھی ہے۔''

اللہ کے اس قول کہ ''اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے'' سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی حکومت میں کسی شریک وساتھی کو پسند وقبول نہیں کرتا ہے ایسے ہی اپنی بادشاہت میں بھی کسی شریک وساجھی کو قبول نہیں کرتا ہے۔

﴿تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ﴾ سورہ ملک، آیت ۱۔

''اللہ کی ذات بڑی برکت والی ہے جس کے ہاتھ میں سارے جہان کی بادشاہت ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿فَتَعَالَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ﴾ سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۴۔

''اللہ ہی کیلئے ملک وبادشاہت ہے۔''

چنانچہ ان آیات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ حقیقی بادشاہ اور مالک صرف اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی بھی بادشاہ ومالک نہیں اور وہ بادشاہ جس کا تعین وتقرر اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ حقیقی بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ☆ مَلِکِ النَّاسِ﴾

''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ بھی ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی برحق بادشاہ اور ملک ومالکِ حقیقی ہے اور اس کے ساتھ بادشاہت وحکومت ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

۴۔ ولایت سے متعلق آیات

ان آیات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ولایت بھی اللہ کی صفت اور ملکیت ہے باری

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ سورہ کہف، آیت ۲۶

''اُس کے سوا ان کا کوئی 'ولی' نہیں ہے اور وہ اپنے فرمان میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایسی تعبیر اور اصطلاح استعمال کی ہے جس میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ بادشاہت وحکومت اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ساتھ ہی اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ قرآن نے اہتمام کے ساتھ سب سے پہلے حکومت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ امر وحکم کو اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہونے کو دوسرے درجہ میں رکھا ہے اور اس میں تعیین الٰہی کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ﴾ سورہ شوریٰ، آیت ۹۔

''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کو 'ولی' بنالیا ہے؟ سن لو اللہ ہی 'ولی' ہے۔''

ولایت اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور وہی، لوگوں سے جسے چاہتا ہے ان کے امور معاملات کو انجام دینے کیلئے ولی مقرر کرتا ہے نیز فرمایا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ☆ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۵، ۵۶۔

''تمہارا 'ولی' بس اللہ ہے اور اس کا رسول، اور وہ ایمان لانے والے، جو درستی سے نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں جبکہ وہ رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں (یعنی اللہ ہی کی بارگاہ میں جھکے جھکے وہ لوگوں کو زکاۃ بھی دیدیتے ہیں)۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے رشتۂ ولایت استوار وہی اللہ کے گروہ میں رہے گا اور اللہ ہی کا گروہ غالب آکر رہے گا''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دوسری جگہ ہے:

﴿ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلاهُمُ الْحَقِّ﴾ سورہ انعام، آیت ۶۲۔

''پھر سب بندے خدا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے۔''

گویا حقیقی اور سچا 'مولا' اور 'ولی'، صرف اللہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا کوئی اس کی ولایت میں شریک نہیں۔ اس مفہوم و معنی کے حوالے سے بھی بکثرت آیات موجود ہیں۔

۵_ آیات اطاعت

ان کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم میں ایسی آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا بغیر کسی استثناء کے مطلقاً حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت میں کسی طرح کے فرق کا لحاظ نہیں دکھایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔''

دوسری قسم:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ سورہ نساء، آیت ۸۰۔

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

ان جیسی تمام آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو مطلق واجب قرار دیا گیا۔ دوسری آیت میں ''اولی الامر'' کی اطاعت کو بھی مطلقاً واجب قرار دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

''اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

اس آیت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت بھی مطلقاً واجب ہے اور یہ ہر طرح کے امر و نہی پر مشتمل ہے۔ اس آیت کے مفہوم کا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تقاضا یہ بھی ہے کہ یہ ولی معصوم ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے امر و نہی سے ذرہ برابر بھی پہلو تہی کرنے والا نہ ہو، تاکہ اس کی اطاعت بلا کسی استثناء کے واجب اور ضروری ہو سکے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ امام معصوم من جانب اللہ ہی ہو۔ اس لئے کہ وہی معصوم اور بے گناہ انسان کی شناخت رکھتا ہے اور عصمت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى﴾ سورہ نجم، آیت ۲۳۔

''تو اپنی پاکیزگی مت جتاؤ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔''

دوسری جگہ مذکور ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ﴾

سورہ نساء، آیت ۴۹۔

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں آپ کو پاک اور مقدس بتاتے ہیں (یہ سب غلط ہے) بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک و مقدس بناتا ہے۔''

عصمت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اطاعت اس کی ذات و صفات کے ساتھ خاص ہے۔ جب اولوالامر کی اطاعت و فرمانبرداری کا امر حکم مطلق ہے تو اس مطلق اطاعت سے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ ولی امر کا تعیین ہر حال میں اللہ کی طرف سے ہو کیوں کہ وہی تمام راز اور پوشیدہ چیزوں اور معصوم و طاہر انسان کا علم رکھتا ہے۔

آیت کی دوسری قسم

ان آیات سے 'مختلف فیہ مسائل' کو اولوالامر کے سامنے پیش کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ہر نزاعی مسئلہ میں اولوالامر سے رجوع اس طرح ضروری ہے جس طرح اس نوع کے مسائل کو رسولؐ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

وَ إِلَى أُوْلِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۸۳۔

''اور جب ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو اس کو اڑا دیتے ہیں اور اگر ڈرنے سے پہلے اس کو پیغمبر اور اپنے 'اولی الامر' کے پاس لے جاتے (ان سے اس خبر کی تحقیق کرتے) تو جن لوگوں کو خبر کی تلاش رہتی ہے (ان اڑانے والوں میں سے) وہ خود ان سے (یعنی پیغمبر سے اور اولی الامر سے) اس خبر کو اچھی طرح معلوم کر لیتے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

''پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی مقدمہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔''

ان آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر وہ امر جس میں نزاع و اختلاف پیدا ہو جائے اسے اللہ اور رسول کے سامنے لانا ضروری ہے یعنی مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کے قول کے مطابق ہی ہونا چاہیے، انسان کے ہر فعل اختیاری میں نزاع پایا جاتا ہے جیسا کہ ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ نزاع و اختلاف کا تحقق اختیاری امور میں ہی ہوتا ہے یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ مختلف فیہ مسائل کا جس طرح اللہ اور رسول کے سامنے پیش کرنا واجب ہے اسی طرح اولوالامر کے سامنے پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

پھر یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ اولوالامر میں وہ کون لوگ شامل ہیں جن کے فیصلہ کے بعد اختلاف ممکن نہ ہو؟ اور اُن کا فیصلہ صحیح اور قابل نفاذ ہو؟ اور تمام لوگوں کیلئے قابل قبول ہو؟ نیز یہ ضروری ہے کہ اُن کی بات میں سچائی ہو! اور وہی معیار حق بھی ہوں! کیونکہ اختلاف کے وقت وہی مرجع ہوتے ہیں جن کے ذریعہ حق کا تعیین اور تحقق ہوتا ہے۔ اور وہی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم و بے گناہ ہوں اور ان کا تعین و تقرر اللہ کی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

طرف سے ہوا ہو۔

۶_ آیت اختیار

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمْ الْخِیَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَی عَمَّا یُشْرِکُونَ ☆ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا یُعْلِنُونَ ☆ وَهُوَ اللهُ لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْأُولَی وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُکْمُ وَإِلَیْهِ تُرْجَعُونَ﴾ سورہ قصص، آیت ۶۸ تا ۷۰۔

''تیرا مالک جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری کیلئے) چن لیتا ہے اور ان کو کوئی (مستقل) اختیار نہیں ہے یہ جن جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کا شریک بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے کہیں پاک اور برتر ہے۔ اور (اے پیغمبر) جو باتیں اپنے دل میں چھپاتے ہیں اور جس کا اظہار کرتے ہیں تیرا مالک ان سب کو جانتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی سچا خدا نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کو تعریف سجتی ہے اور دونوں جگہ اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو لوٹ جانا ہے۔''

یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ تخلیق اور اختیار کے درمیان میں فطری طور پر مماثلت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ تخلیق کے عمل میں اکیلا ہے اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیں، اسی طرح 'اختیار و انتخاب' کے عمل میں بھی وہ واحد و یکتا ہے۔ یعنی اختیار و انتخاب کے عمل میں بھی اسی کی ذات کو بنیادی مرتبہ حاصل ہے، اور اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں کوئی عمل دخل نہیں، وہی انسان کیلئے حق اور خیر کا تعین کرتا ہے۔

چنانچہ ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام امور کو اللہ کے اوامر و نواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام دے، کیوں کہ ہر قسم کا خیر اور ہر طرح کی بھلائی صرف اللہ کے قبضہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

قدرت میں ہے،اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔مذکورہ بالا تمام آیتوں میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ بادشاہت کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہے اور تمام تر خیر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔اللہ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ سورہ قصص،آیت ۶۸۔

''ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔''

جب کسی بھی عمل کا انتخاب آدمی اپنی پسند اور مرضی کے مطابق نہیں کرسکتا،اس لئے کہ اختیار وانتخاب اللہ کے لئے خاص ہے،تو امامت وقیادت جیسے اہم ترین معاملہ میں بھی،جس کا تعلق مکمل طور پر دین سے ہے،(اور دنیا کے سب معاملات اس کے تابع قرار دیے گئے ہیں) اور یہ ان اہم امور میں شامل ہے،جس میں لوگ اختیار خداوندی کی طرف محتاج ہوتے ہیں،یقیناً تمام تر اختیارات اللہ کیلئے خاص ہوں گے۔کہ اللہ تعالیٰ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے کسی بھی شخص کا انتخاب کرسکتا ہے۔اس لئے کہ انتخاب واختیار اللہ کیلئے خاص ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام تر اختیارات اللہ کی ذات کیلئے مخصوص ہیں تو سورہ شوریٰ کی ۳۸ آیت ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ کا کیا مفہوم ہوگا کیونکہ بظاہر ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ اور ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ ان دونوں آیتوں کے درمیان تعارض نظر آرہا ہے۔مگر ان دونوں آیتوں کے مفہوم میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان میں ہرگز کوئی تعارض نہیں ہے۔مذکورہ بالا آیت میں یہ صراحت موجود ہے کہ انسانی سماج کے تمام امور کے فیصلہ کا ذمہ دار صرف اللہ ہے اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیں ہے۔اسی طرح امامت جیسے دینی امر کے فیصلے کے تمام تر اختیارات اللہ ہی کیلئے خاص ہیں۔وہ جسے چاہتا ہے اس کیلئے معین و مقرر کرتا ہے۔جیسا کہ اللہ نے امامت کی نسبت رسول کی طرف کر کے اپنے حق اختیار کا اظہار کیا،چنانچہ اللہ نے رسول کو لوگوں کا امام مقرر فرمایا جس طرح حضرت ابراہیم۔اور ان کی ذریت میں سے نیک لوگوں کو امامت کے مرتبہ سے سرفراز کیا۔مگر آیت شوریٰ اس چیز پر دلالت کرتی ہے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کہ صاحب قرار کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں دیگر مؤمنین سے مشورہ طلب کرے۔ جب اللہ تعالیٰ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے کسی کو متعین کرتا ہے (جیسا کہ رسول ۔ کو امام مقرر فرمایا) تو اس پر یہ بات واجب ہوجاتی ہے کہ وہ کسی بھی امر شرعی میں فیصلہ لیتے وقت دیگر مؤمنین سے بھی رائے طلب کرے۔ اگر لوگوں کی رائے حق اور مصلحت کے خلاف ہو تو ان کی رائے کا ماننا رسول کیلئے ضروری نہیں ہے اور مشورہ کر لینے کے بعد وہ اپنی مرضی اور صوابدید کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔ شوریٰ کا یہی اختلافی مفہوم لغت میں بھی مذکور ہے۔

یہاں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ لفظ شوریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ امام اختلافی شرعی امور میں باہم مشورہ سے کام لے اس لفظ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ ہی حتمی فیصلہ کا ذمہ دار ہے اور آیت شوریٰ ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ شوریٰ ہی دراصل 'صاحب رائے' ہے۔ دوسری آیتوں میں بھی رسول کو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹۔

''ان سے مشورہ کیجیے، پھر جب آپ کوئی رائے قائم کر لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے!''

اس آیت کریمہ میں رسول کو اولاً مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر لیکن اسی کے ساتھ آخری رائے قائم کرنے، جسے 'عزم کرنے' سے تعبیر کیا گیا ہے، اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہی سے مستند و مخصوص کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے: ''پھر جب آپ کوئی رائے قائم کر لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے!''

اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اللہ کے رسول کو فیصلہ کا اصل ذمہ دار بنایا گیا ہے اور تمام مومنین پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ پھر بھی اللہ نے رسول کو آخری فیصلہ سے پہلے مشورہ کا حکم دیا ہے۔ تو یہاں ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ شوریٰ کو فیصلہ کا اصل ماخذ اور فیصلہ کی بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ شوریٰ باہمی طور پر آراء و خیالات کے تبادلے کا نام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ میں مسلمانوں پر یہ واجب قرار دیا گیا ہے کہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

جب کبھی ان کا کسی امر شرعی میں اختلاف ہو جائے تو آخری فیصلہ کرنے سے پہلے باہم مشورہ کریں۔ تاہم اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس فیصلہ کو نافذ العمل کرنے کا ذمہ دار کون ہوگا؟ جبکہ آیات اختیاری میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ ہر طرح کے امر کا اختیار اور فیصلہ کا حق صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے، لہٰذا ہر حال میں فیصلہ اسی کی طرف سے صادر ہوگا۔ پھر وہ شخص اس منصب کا حقدار اور اصل ہوگا جس کا تعیین اللہ کی طرف سے عمل میں آیا ہو۔ یا قرآن کے لفظوں میں وہ ایمان والوں میں سے بہترین شخص ہو ﴿أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ یا دوسرے لفظ میں 'اولوالامر' ہو۔

منصب امامت پر فائز شخص کو اس بات کا مامور بنایا گیا ہے کہ وہ درپیش کسی بھی اختلافی مسئلہ میں باہمی مشورہ سے فیصلہ کرے ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ﴾ اس بات میں صریح ہے کہ لوگ کوئی فیصلہ لیتے وقت دوسروں کی آراء سے روشنی حاصل کریں۔ یہ بات انسان کی اپنی ذاتی زندگی کے بھی تمام امور کیلئے ضروری اور نفع بخش ہے۔ اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ دوسروں سے مشورہ کرے اور ان کی رائے کی روشنی میں فیصلہ کرے۔ اگر ان کی رائے حقیقت امر کے موافق نہ ہو تو آخری فیصلہ اپنی صوابدید کے مطابق کرے اور مشورہ دینے والے کی رائے کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً اگر آپ نے کسی سے مشورہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشورہ دینے والے کا مشورہ آپ کیلئے واجب ہوگا بلکہ آخری فیصلہ کا حق و اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جو چاہیں فیصلہ لیں۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾

''ان سے مشورہ کیجیے، پھر جب آپ کوئی رائے قائم کر لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے!''

اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ آخری فیصلہ کا اختیار مشورہ دینے والے افراد کو نہیں دیا گیا ہے ان کی حیثیت شوریٰ کے ممبروں کی ہے اور ان کا کام یہ ہے کہ جب ان سے مشورہ طلب کیا جائے تو مشورہ دیں اور اپنی رائے کا اظہار کریں۔ لہٰذا لوگوں سے مشورہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن فیصلہ کا اختیار

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اللہ کو اور اس شخص کو ہوگا جسے اللہ نے اس منصب کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے آیت شوریٰ اور آیت اختیار کے درمیان کسی طرح کا کوئی تعارض نظر نہیں آتا ہے۔

۷۔ آیہ تحکیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ سورہ نساء، آیت ۶۵۔

''اے پیغمبر قسم ہے تیرے پروردگار کی! وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں، پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ ناگواری بھی نہ ہو اور دل سے مان کر خوشی خوشی منظور کر لیں۔''

اس آیت نے واضح طور پر یہ بیان کر دیا کہ جب کبھی ایمان والوں کا کسی امر میں اختلاف ہو تو رسول ﷺ کو حکم بنائیں۔ یہ بات 'ثم' کے ساتھ ان کے درمیان تمام اختلافات کے لئے بیان کی گئی ہے۔ یعنی اس حکم میں تعمیم ہے۔ لہٰذا اس حکم و فیصلہ کے امر کو صرف حکومت وقضاء کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ لوگوں پر یہ بات واجب کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے ہر طرح کے اختلافی امور کا فیصلہ اللہ کے رسول سے کرائیں۔ یہ کسی خاص امر یا کسی زمانہ یا مسلمانوں کے کسی ایک جماعت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

نہ تو آیت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے رسول ﷺ کا زمانہ پایا اور انہیں دیکھا۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کرانا اور ان کو حکم بنانا تمام مسلمانوں کیلئے زمانہ میں ایمان کی شرط کے طور پر بیان کیا گیا اور یہ حکم صرف زمانہ رسول کے مسلمانوں اور مومنین کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے عام ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد رسولؐ سے فیصلہ کرانے کے امر کی تکمیل کیسے ہوگی؟ جبکہ یہ حکم علی الاطلاق نازل ہوا ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ہم نے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

رسول کا زمانہ تو پالیا مگر ہمارا قیام یمن کے اندر تھا جو کہ رسول کی سرزمین سے دور تھا تو ہم کس طرح اپنے اختلافی امور کا فیصلہ رسول سے کراتے۔ یہ بات طبعی طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ ہم اس شخص کے سامنے اپنے مسئلہ کو پیش کریں گے جس کو رسول کریمؐ نے ہمارے لئے حاکم مقرر کیا ہے۔

اس زمانہ میں یمن میں مقیم مومنین کے درمیان جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو اللہ کے رسول سے فیصلہ کراتے تھے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ کے رسول امیر المومنینؑ یا معاذ بن جبل کو ان کے یہاں حاکم بنا کر بھیجتے تھے، چنانچہ اہل یمن نے امیر المومنینؑ یا معاذ بن جبلؓ کے فیصلہ کو تسلیم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ سے فیصلہ کر دیا ہے اور اس آیت پر عمل کیا، یہ مسئلہ تو مقام کی دوری کی صورت میں تھا، اسی طرح زمانی فاصلہ کی صورت میں بھی اس شخص سے فیصلہ کرانا واجب اور ضروری ہے جس کو اللہ کے رسولؐ نے لوگوں کا امام مقرر کیا ہو اور لوگوں کے لئے مرجع بنایا ہو، تا کہ لوگ آپؐ کی وفات کے بعد اس سے رجوع کریں جبکہ ہمارا زمانہ اور رسولؐ کے زمانہ میں کافی لمبا فاصلہ اور دوری ہے چنانچہ ہمارے لئے یہ بات واجب کر دی گئی ہے کہ جب بھی ہمارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو ہم رسولؐ سے فیصلہ کرائیں اور اس فیصلہ کا تحقق اس طور پر ہوگا کہ ہم اس شخص کی طرف رجوع کریں جس سے رجوع کرنے کا رسولؐ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جسے ہمارے لئے 'ولی' یا 'ولی امر' یا 'اولی الامر' مقرر کیا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان اس کو منصب 'امامت' سے سرفراز کیا ہے۔ ہمارا اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے فیصلہ کرانا رسولؐ کی طرف رجوع کرنے اور ان سے فیصلہ کرانے کا مصداق ہوگا۔

۸۔ آیات ایتاء

یہ قرآنِ مجید کی وہ آیتیں ہیں جو "ایتاء" کے صیغوں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ ایتاء یعنی دینا، عطا کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۷۔

"اللہ جسے چاہتا ہے ملک و بادشاہت (یا حکومت و سلطنت) "عطا" کرتا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۲۶۔

"اے پیغمبر کہیے کہ اے میرے خدا! تو ہی سارے ملک کا مالک ہے! تو جسے چاہے بادشاہت "عطا کرے" اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ سورہ نساء، آیت ۵۴۔

"ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور پیغمبری "دی" اور ان کو بڑی سلطنت بھی "دی"۔"

لفظ "ایتاء" کا لغت میں استعمال اسی وقت ہوتا ہے جب "مؤتی" یعنی دینے والا کسی چیز کا مالک ہو۔ آیات ایتاء کے مطالعے سے واضح شکل میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور اللہ ہی جسے چاہتا ہے اپنے طور پر اس کو عطا کرتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: "اے نبی کہیے: اے خدا! تو ہی تمام ملک کا مالک ہے! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت 'عطا' کرتا ہے۔" ایتاء کے معنی و مفہوم کی وضاحت کیلئے جن آیات کو ہم نے پیش کیا ہے ان میں سے بعض آیتوں کا ذکر تعیین امام کے باب میں آچکا ہے۔ اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں مگر اختصار کی بنا پر ہم ان کو یہاں پیش نہیں کریں گے۔ پھر ان بہت ساری آیات میں سے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۸۳۔

"اگر وہ لوگ یہ خبر اڑانے سے پہلے پیغمبر یا صاحبان امر کے پاس لے جاتے۔"

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

یا دوسری آیت

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

''مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور حکومت والوں کا جو تم میں سے ہوں۔''

یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد امامت کا تعین اللہ کے رسول کے زمانہ میں ہی ہو چکا تھا اور مومنین کو اس امام کی اطاعت کا مکلّف اور مامور بھی بنا دیا گیا تھا۔ نیز اللہ کے رسول کے زمانے میں عملی طور پر مسلمانوں پر یہ فرض تھا کہ وہ رسول اللہ کی عدم موجودگی میں اس امام سے رجوع کریں، کہ یہ رجوع اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کے ہی معنی میں ہوگا۔ حقیقت میں ''تشیع'' یہی ہے۔ تشیع کا مطلب اللہ اور اس کے رسول سے اور اُن آئمہ سے رجوع کرنا ہے، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے مرجعیت عطا کی ہو! دوسرے لفظوں میں تشیع درحقیقت رسول اللہؐ اور اُن کے خلفائے معصومینؑ کی شکل میں موجود ''ربانی قیادت'' کی مکمل اطاعت کا نام ہے اور یہی عین اسلام ہے۔

تشیع کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ کے رسولؐ کے بعد ظہور پذیر ہوئی ہو۔ تشیع اسی اسلام اور ایمان کامل کا نام ہے جس پر صحابہ رسول کی منتخب جماعت آپ کے زمانے اور آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد عمل پیرا تھی۔ یہی تشیع درحقیقت اللہ کے رسول کے زمانے میں موجود تھی۔ اور اس کی جھلک صحابہؓ کی اس منتخب جماعت میں ملتی ہے۔ قرآن کی متعدد آیات کو اس سلسلے میں شاہد کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے مثلاً قرآن کی یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۸۳۔

''جب ان کے پاس کوئی امن کی یا کوئی خوف کی خبر آتی ہے تو وہ اس کو اڑا دیتے ہیں، اور اگر (اس خبر کو) نشر کرنے سے پہلے، اس کو پیغمبر اور اپنے 'اولی الامر'

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کے پاس لے جاتے (اُن سے تحقیق کرلے تے) تو جن لوگوں (منافقین یا دشمنوں) کو (ایسی) خبروں کی تلاش رہتی ہے (ان اڑانے والوں میں سے) وہ خود ان سے (یعنی پیغمبر یا 'اولی الامر' سے) اس خبر کو اچھی طرح معلوم کر لیتے۔''

اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ نیز یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں بھی کوئی ایک مومن یا مومنین کی ایک جماعت تھی جس سے رسولؐ کے بعد یا ان کی عدم موجودگی میں رجوع کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا اور یہ کہ مومنین میں کچھ لوگ عملی طور پر رسول کی عدم موجودگی میں ان لوگوں سے رجوع کرتے تھے جن سے اللہ نے رجوع کا حکم دیا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے 'اولوالامر' سے خطاب کیا ہے۔ اور انہیں اللہ کے رسول کے زمانے میں ہی مسلمانوں کا مرجع قرار دیا تھا۔ مذکورہ بالا آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ 'اولوالامر' یعنی حکومت والے رسول اللہ کے زمانے میں بھی ایسے معلوم و معین اشخاص تھے جن سے اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اختلافی امور میں رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔

قرآن کریم کی دوسری آیتوں سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ سورہ توبہ، آیت ۱۶۔

''(مسلمانو) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (یونہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے، اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نہیں ظاہر کیا جنہوں نے تم سے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا اور اللہ تعالیٰ کو جو تم کرتے ہو اس کی خبر ہے۔''

اس آیت کے مخاطب عام مسلمان ہیں نہ کہ منافقین و کفار و مشرکین۔ اس آیت میں عامۃ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

المومنین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ نہیں دیا جائے گا بلکہ تمہیں آزمائش وابتلاء سے گزرنا ہوگا تا کہ اس شخص کی پہچان ہو سکے جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حدود اور ان مومنین کے طریقہ کار پر عمل کرتا ہو، جن مومنین کی اتباع اور طریقہ پر چلنے کیلئے بقیہ مسلمانوں کو اللہ نے حکم دیا ہے چنانچہ یہاں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مبتلی اور مبتلی بہ ایک چیز نہیں ہے مبتلی سے مراد عام مومنین اور مسلمان ہیں اور مبتلی بہ وہ شئے ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو آزمایا جائے گا۔ اس سے مراد کوئی خاص چیز یا مسلمانوں کی مخصوص جماعت ہے۔ اور لفظ ''وَلِیجَۃً'' کا معنی مدخل یا وہ راستہ ہے جس پر چلایا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم تمہیں آزمائیں گے اور آزمائش میں مبتلا کریں گے تا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حدود اور مومنین کے طریقے پر باقی رہنے والے کی پہچان ہو سکے وہ مومنین جو اس آیت کے مصادیق ہیں ان کے بارے میں اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ☆ وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۵، ۵۶

''تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسولؐ اور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکے رہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور ایمان والوں سے دوستی رکھے گا اور اللہ کا ہی گروہ غالب رہے گا۔''

قرآن کریم نے یہاں پر ولایت وامامت کے سلسلے میں کسی خاص شخص کے نام کو ذکر کیا ہے اور ایک ایسی نص کو پیش کرتا ہے جس سے اللہ کے رسول کے بعد اشارہ اور کنایہ سے امام کے تعین کا ثبوت ملتا ہے نام نہ ذکر کرنے کی حکمت بالکل واضح اور اس پر وہ واقعہ شاہد ہے جس سے امت اسلامیہ اللہ کے رسول کے زمانے کے بعد اموی دور حکومت اور عباسی دور حکومت میں دوچار ہوئی اگر قرآن، علی اور آئمہ کے اسمائے گرامی کو رسول کریم کی زندگی میں ہی صریحاً بیان کرتا تو قرآن کو

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پھاڑ پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ اسی طرح عترت رسول کو بھی فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

کیا حسین۔ آپؐ کی اولاد اطہار میں سے نہیں ہیں جنہیں قرآن نے وصی بنایا تھا۔

﴿قُلْ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ سورہ شوریٰ، آیت ۲۳۔

''(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اس امر پر میں تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مودت کرو''

کیا پہلی اور دوسری صدی کی تاریخ کی واضح شہادت نہیں؟ کہ آپ کی اولاد کو کس تیزی کے ساتھ ختم کیا گیا۔ اگر قرآن نے حضرت علیؑ کا نام ذکر کر دیا ہوتا تو قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ حفاظت کی حکمت اس بات کی داعی بھی ہوئی جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ سورہ حجر، آیت ۹۔

''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

کہ قرآن حق اور امام کی طرف اس انداز میں اشارہ کرے کہ اس کے ذریعہ قرآن تحریف سے بچ جائے اور اس کا تقدس پامال نہ ہو۔

چنانچہ جس نے بھی منصب امامت کے سلسلے میں حق جاننے کی نیت سے قرآن سے رجوع کیا حق اس کے سامنے واضح ہو گیا۔ اب قرآنی آیات اور احادیث میں کسی طرح کا التباس باقی نہ رہا اور اللہ نے موقع پرستوں، اور دشمنوں کے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس سے وہ قرآن کی عظمت و شرافت کو تار تار کر دیں۔ ایک طرف اللہ نے قرآن کی حفاظت کی اور دوسری طرف امام کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ یہی سبب ہے کہ قرآن نے حضورؐ کے بعد امام کے تعین کے سلسلے میں کنایہ کے اسلوب کو اختیار کیا۔ بعض ایسی آیات بھی ہیں جن میں امام کے تعین کا ثبوت ملتا ہے جو رسول کی عدم موجودگی میں ان کے زمانے میں ہی مسلمانوں کے امور کو انجام دیتے تھے۔ اللہ نے فرمایا:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۵۔

"بے شک تمہارا 'ولی' اللہ ہے اور اُس کے رسول اور وہ ایمان لانے والے جو درستی سے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں حالتِ رکوع میں۔"

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت امیر المومنینؑ نے ایک مسکین کو اپنی انگوٹھی صدقے میں دے دی تھی اور وہ نماز میں مشغول تھے،(۱) جو اس بات کی دلیل ہے کہ امیر المومنین علیؑ وہ امام تھے جن کی اطاعت رسول کے زمانے میں بھی واجب تھی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کیلئے آیت کے نزول کے زمانے میں ہی ولایت ثابت ہوگئی تھی۔ نیز امیر المومنینؑ کی امامت کا تعین بھی رسول اللہ کے زمانے میں ہوگیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے سابقہ تمام آیتوں سے اس امر کی تائید ہوتی ہے اور ان تمام آیات سے اس بات کی دلیل حاصل ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے لئے کوئی 'مرجع' ضرور بنایا جائے، بقیہ تمام مسلمانوں کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور عام مسلمانوں کیلئے ان کی اطاعت واتباع کو لازم قرار دیا گیا ہے اور ان کو بقیہ مومنین کے ایمان کو آزمانے کے لئے 'میزان' بنایا ہے۔ قرآن کی بعض آیتوں میں رسول اللہ کے زمانے میں ہی امام سے رجوع کرنے کے عمل کو واجب قرار دیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔

﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

"تم اللہ، رسول اور 'صاحبانِ امر' کی اطاعت کرو۔"

---

(۱) تفاسیر عامہ وخاصہ کی طرف رجوع کیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں روایاتِ متواترہ ملتیں ہیں۔ مثلاً: **تفسیر طبری** ج۶ ص۱۸۶۔ **اسباب النزول** واحدی ص۱۳۳، ۱۳۴۔ **شواھد التنزیل** ص۱۶۱ تا ۱۶۴۔ **تفسیر سیوطی** ج۲ ص۲۹۳۔ **لباب العقول فی اسباب النزول** ص۹۰۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

یہ آیت 'اولی الامر' کی اطاعت کے وجوب پر ایسے ہی دلالت کرتی ہے جیسے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت پر! پھر "مِنکُمْ" کی عبارت کے ذریعے یہ بات اور واضح ہوتی ہے کہ 'اولی الأمر' ایک زندہ انسان ہے۔ کوئی 'کتاب' نہیں ہے۔ اس آیت میں صراحت کے ساتھ لوگوں کی طرف سے اپنے لیے کسی حاکم کو انتخاب یا اختیار کرنے کے نظریہ کا انکار ہے۔ کیوں کہ اس آیت کے مطابق رسول کے زمانے میں ہی صاحب امر کی اطاعت کو واجب کر دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ولی امر کا تعین پہلے ہی ہو چکا ہے اب لوگوں کے لئے اس میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ کسی اور کو اس منصب کیلئے منتخب کریں۔ پھر قرآن میں نزاع اور اختلاف کے وقت اولوالامر سے رجوع کرنے کی تاکید بذات خود اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ نے کوئی بھی ایسا امر نہیں چھوڑا ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان نزاع واختلاف کا امکان ہو یہاں تک کہ ان کیلئے ایک مرجع اور فیصل کا تعین وتقرر کر دیا جس سے وہ نزاعی واختلافی امور میں رجوع کریں۔

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ امامت کے معاملہ کو جس میں نزاع واختلاف کا سب سے زیادہ امکان تھا کیسے بغیر تعین کے چھوڑا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے مابین شدید ترین اختلافات جو اس باب میں رونما ہوئے (جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں) کو دیکھتے ہوئے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ امامت کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان نزاع وجدال کے باب کو یوں ہی کھلا چھوڑا جا سکتا ہے۔

آنے والی آیات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ امامت کی تعین وتفویض من جانب اللہ ہوگی اور اس کا مستحق معاصی سے پاک ومنزہ شخص ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔

"اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا، اس نے تمام باتوں کو پورا کیا۔ پروردگار نے کہا میں تجھ کو لوگوں کا 'امام' یا پیشوا بناؤں

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

گا (تا کہ قیامت تک لوگ تیری پیروی کریں)۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد کو؟ فرمایا: جو ظالم (بے انصاف) ہیں ان تک یہ عہدہ، یہ 'منصبِ امامت' نہیں پہنچے گا۔ (تیری اولاد میں سے انہیں کو امام بنایا جائے گا جو غیر ظالم یعنی عادل و معصوم ہوں گے!)"

تعدّی، ظلم یا معصیت، اطاعتِ حق سے روگردانی اور حدودِ الٰہیہ سے تجاوز ہی کا نام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ سورہ طلاق، آیت ۱۔

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حدود، (اُس کے احکام یا قیود و شرائط) سے باہر ہو جائے (تجاوز کر جائے) اُس نے اپنے آپ پر ظلم کیا!"

اس آیت میں یہ بات شرط کے طور پر ذکر کی گئی ہے کہ ظالم اور نا انصاف شخص امامت کا مستحق نہیں ہو سکتا، اگر چہ اس کا ظلم و گناہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے اس قول ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ نے قطعی طور پر ظالم اور بدکار شخص کی امامت کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ منافق بھی امامت کا مستحق نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ اپنے گناہ سے ناواقف ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ منافق کے گناہ سے بذریعہ وحی لوگوں کو مطلع کرتا ہے۔

اگلی آیت بھی امام کے معصوم ہونے کے وجوب پر شاہد و گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ سورہ یونس، آیت ۳۵۔

"کیا جو سچی راہ پر لگاتا ہے اس کی تابعداری بہتر ہے یا اس کی جس کو خود راہ معلوم نہیں مگر ہاں جب وہ راہ پر لگایا جائے۔ تو تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو۔"

اس آیت میں یہ بات صاف طور پر بیان کر دی گئی کہ جو شخص دوسرے کی ہدایت، اِقتدا اور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

رہنمائی کا محتاج ہو، وہ لوگوں کا قائد اور امام نہیں بن سکتا۔ قائد و امام وہ ہے جس سے دوسرے لوگ رہنمائی و ہدایت حاصل کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالم و بدکار اور ناانصاف شخص اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس کو صحیح راہ دکھائے، لہٰذا ایسے شخص کی اتباع و اقتدا قطعاً درست نہیں ہے۔ امام کے معصوم ہونے کے ساتھ ''من جانب اللہ'' تعین کی شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ انسانوں کے تمام راز سے واقف ہے اور ظالم کے ظلم کو خوب اچھی طرح جانتا ہے خواہ وہ ظلم و گناہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو، وہی سچی راہ دکھانے والا ہے اور وہی ہے جو ہر چیز سے مستغنی ہے۔

.....☆.....

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

تیسری بحث

قرآن کی روشنی میں آئمہ کا تعین

پہلی بحث میں ہم نے قرآنی نقطۂ نظر سے امامت کے معنی و مفہوم کی وضاحت پیش کی کہ 'امامت انسان کو اس کے تمام اختیاری افعال میں عروج و کمال تک پہنچاتی ہے'۔ دوسری بحث میں ہم نے 'منصب امامت' کو اپنا موضوع بحث بنایا اور اس سلسلے میں یہ بات سامنے آئی کہ 'یہ ربانی منصب' ہے اللہ جسے چاہتا ہے اس منصب سے سرفراز کرتا ہے۔ اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا درست نہیں ہے۔ اور ہم نے اس بارے میں قرآن کی متعدد آیات سے استشہاد کیا جس سے نص اور تعین الٰہی کے نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ یہاں پر تیسری بحث میں ہم اختصار کے ساتھ قرآن میں مذکور صفات کی روشنی میں 'تعیینِ امامت' کو موضوع گفتگو بنائیں گے قرآن میں یہ صفات تین صیغوں میں ذکر کی گئی ہے۔

سب سے پہلے وہ آیتیں ہیں جن میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ ذکر کی گئی ہے کہ پوری تاریخ انسانی میں امام کا تعین و تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا آرہا ہے۔ اور اللہ نے ہمیشہ اپنے معین کردہ آئمہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

دوسرے مرحلے میں ہم ان آیتوں کو پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام آئمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہوں گے اور یہ کہ امامت الٰہیہ کا یہ سلسلہ ابراہیمؑ کی اولاد اور ان کی نسل میں جاری رہے گا۔

تیسرے مرحلے میں ہم ان آیات اور قرآنی نصوص کی طرف توجہ دلانا چاہیں گے جو اس

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

بات کی دلیل فراہم کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد امامت کی باگ ڈور اہل بیت نبویؐ کے افراد سے متعلق ہوگی اور وہ امیر المومنین علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں سے کچھ مخصوص اشخاص ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نجاست وگندگی سے دور رکھا ہے اور ہر طرح کی پاکیزگی سے نوازا ہے۔

اِن ہی تین محوروں کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم قرآن کریم کی روشنی میں 'تعیین امام' کے کی بحث کو آگے بڑھائیں گے۔ یقیناً اس بارے میں، قرآنِ کریم کی روشن آیات کے علاوہ، ہم اُن بے شمار صحیح السند اور موثق ومعتبر احادیث شریفہ سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے جو منصب امامت کی تائید میں مختلف صیغوں اور گوناگوں تعبیرات کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ لیکن ان کا ذکر یہاں پر ممکن نہیں۔ کیوں کہ ہمارا موضوع قرآن کی روشنی میں امام کے تعین وتقرر کی بحث ہے۔ اس لیے ہم امامت کے موضوع پر وارد ہونے والی چند آیات ہی بطور نمونہ پیش کریں گے۔ تاکہ مسئلہ امامت کی مکمل وضاحت ہو جائے۔ جہاں تک امامت کے موضوع پر ان نصوص کا تعلق ہے جو احادیثِ شریفہ میں وارد ہوئی ہیں، تو وہ نصوص بھی درحقیقت قرآن ہی کی ایک قسم ہیں، کیوں کہ احادیث نبویہ دراصل قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہیں۔ قرآن کی یہ آیت ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ رسول کی اطاعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس نص سے اللہ کے اس قول ﴿وَ مَا يَنطِقُ عَنْ الْهَوَى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ امامت کے موضوع پر وارد احادیث متواترہ بھی کلام الٰہی کے درجہ میں ہیں کیوں کہ ان کی روح وجوہر اور مرجع قرآن کریم ہے۔ مگر جو نصوص قرآنی کے نمونے اپنے تینوں صیغوں کے ذریعے دلالت کرتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا صیغہ: میں یہ بات واضح طور پر کہہ دی گئی ہے کہ اللہ نے ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے آئمہ کو بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

الطَّاغُوتَ﴾ سورہ نحل، آیت ۳۶۔

''اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر (یہ حکم دے کر) بھیج چکے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کرو اور طاغوت سے بچے رہو۔''

پوری تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور 'طاغوت' کی عبادت سے گریز کریں۔ لغوی اعتبار سے عبادت کا مفہوم و مقصود اللہ کی مکمل اطاعت و تابعداری ہے اور یہ معنی انسان کے تمام تر اختیاری افعال کو شامل کرتی ہے۔ امامت کے اس معنی کا ذکر پہلے آچکا ہے انسانی استطاعت کی حد تک تمام افعال اختیاریہ میں اسے عروج و کمال تک پہنچانا ہے۔ کمال مطلوب سے مراد اللہ کی مکمل تابعداری ہے۔

امر واقعی میں امامت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام امور میں اللہ کی عبادت کو ملحوظ رکھے اور امامت کا یہی معنی طاغوت کے منافی ہے کیوں کہ طاغوت کا معنی بہت زیادہ سرکش کے ہیں۔ اور اس کے مصادیق، ابلیس، آئمہ کفر و ضلال اور ظالم سیاسی قائدین اور وہ تمام ارباب قوت و اقتدار ہیں جو اللہ کی عبادت سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں۔ چند آیتیں بطور مثال پیش کی جارہی ہیں جس سے ایک طرف طاغوت کے مفہوم کا تعین ہو سکے گا اور دوسری طرف عبادت کے معنی کی مزید وضاحت اور تاکید و تائید ہو جائے گی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ﴾ سورہ نساء، آیت ۶۰۔

''(اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (منہ سے) کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے جو تجھ پر اترا (یعنی قرآن پر) اور جو تجھ سے پہلے (اور پیغمبروں پر) اترا، باوجود اس کے، وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت (وقت کے سرکش

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

وخود ساختہ حاکموں) کے پاس لے جائیں، حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں، (طاغوت کی بات نہ مانیں)۔"

نیز اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَ أَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَی اللهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ ذَلِکَ خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیلًا﴾ سورہ نساء، آیت ۵۹۔

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور صاحبان امر کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی مقدمہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹاؤ، اگر تم کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہے، یہ (تمہارے حق میں) بہتر ہوگا اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔"

اس آیت اور دوسری آیتوں کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ طاغوت سے مراد اللہ کے سوا اور کوئی حاکم ہے جو لوگوں کو غیر اللہ کی حاکمیت کی طرف بلاتا ہے اور اللہ کے اس قول ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنْ اُعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (سورہ نحل، آیت ۳۶۔) کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہر امت میں 'ربانی قائدین' کو بھیجا جو اللہ کے امر کی اطاعت کا حکم اور لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اس کے حکم کی تابعداری کی دعوت دیتے ہیں۔ اور طاغوتوں کی تابعداری سے باز رکھتے ہیں۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۲۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِیُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ﴾ سورہ نساء، آیت ۶۴۔

"اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کا کہا مانا جائے۔"

اس آیت کریمہ میں اس بات پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے پوری تاریخ انسانی میں لوگوں کے مابین رسولوں کو قائد اور حاکم بنا کر بھیجا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دیا اللہ نے رسول کو بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے تا کہ انہیں قائد مطاع کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ اس آیت میں ''باذن اللہ'' کے لفظ سے ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس لفظ کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول کی اطاعت و تابعداری ان کو حاکم اور قائد مان کر کی جائے نہ صرف اللہ کے احکامات کے مخبر اور امر و نواہی کے مبلغ کی حیثیت سے۔ اس لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے رسول کو قائد مطاع کا منصب عطا کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ اطاعت، اطاعت حکم و قیادت اور اطاعت امارت ہے نہ کہ صرف اطاعت تبلیغ ورنہ تو بہتر یہ ہوتا کہ کہا جائے "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ اللّٰهُ"۔

ہم کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ ہی کی اطاعت ہو!

حقیقت یہ ہے کہ رسول کی باذن اللہ اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے لیکن پھر بھی رسول کی حیثیت بطور 'حاکم' کے مسلم ہوتی ہے نہ کہ بطور محض ایک پیغام رساں کے!

اللہ نے فرمایا:

۳۔ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ سورہ حدید، آیت ۲۵۔

''ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری (تورات، انجیل، زبور، قرآن) اور انصاف کا ترازو اتارا۔ اس لئے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انسانی کے ہر مرحلے میں رسولوں کو دلائل، کتاب اور میزان دے کر بھیجا گیا اور ان تمام لوگوں کا مقصد دنیا میں اللہ کی حکومت اور لوگوں کے مابین عدل و انصاف کا قیام تھا۔ اس ارشادِ خداوندی میں کتاب بحیثیت قانون اور دستور الٰہی کے مذکور ہے۔ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ﴾

اس آیت میں کتاب سے مراد قانون اور دستور الٰہی ہے اور لغت میں کتاب کے معنی مکتوب

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کے ہیں اور مکتوب کتابت سے ماخوذ ہے جس کے معنی وجود وثبوت کے ہیں لہٰذا کتاب سے مراد واجب اور ثابت شدہ اوامر ونواہی کے ہیں۔ میزان ایسا ترازو ہے جس سے چیزوں کی پرکھ کی جائے، تاکہ اچھی اور خراب، صحیح اور غلط چیزوں کے درمیان فرق ہو سکے۔ لیکن یہاں پر اس سے مراد اعمال کا میزان ہے نہ کہ عام چیزوں کو تولنے کا میزان۔ نیز اللہ تعالیٰ کی غرض عدل وانصاف کے افعال واعمال کو ظلم وفساد کے افعال واعمال سے الگ کرنا ہے اور اس بات کا تحقق صرف عدل کی قدرت اور عصمت کی قوت کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ اور یہ دونوں صفات انبیاء کرام کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ہر حاکم کیلئے ان دونوں صفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اسے قانون کی معرفت اور عدل وانصاف کی قدرت ومہارت کی بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے تمام امور ومعاملات اور اعمال عدل کے مطابق ہوں اس طرح سے اسے اللہ کے حکم کو نافذ وجاری کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔

۴۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ☆ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ☆ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ☆ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ☆ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ☆ أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ☆ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ﴾ سورہ انعام، آیت ۸۴ تا ۹۰۔

''اور ہم نے ابراہیم کو (بیٹا) اسحاق اور (پوتا) یعقوب دیئے اور ہر ایک راہ پر لگایا اور نوح کو تو ہم پہلے ہی راہ پر لگا چکے تھے اور ابراہیم (یا نوح) کی اولاد میں سے (ہم نے) داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ و ہارون کو راہ پر لگایا اور نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور ذکریا اور یحییٰ (بن ذکریا) اور عیسیٰ (بن مریم بنت عمران) اور الیاس، تو یہ سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسماعیل (بن ابراہیم) اور یسع اور یونس (بن متی) اور لوط (بن ہارون) کو اور ان سب کو ہم نے سارے جہاں پر بزرگی دی، اور ان کے بعض باپ، داداؤں، اولاد اور بھائیوں کو بھی، اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھی راہ بتلائی، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں جس کو چاہے سوجھائے، اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا (سب) اکارت ہوتا، انہیں لوگوں کو (پیغمبروں کو) ہم نے کتاب، شریعت اور پیغمبری دی، اگر یہ لوگ ان چیزوں کو نہ مانیں تو (کچھ پرواہ نہیں) ہم نے ان پر (ایمان) لانے کے لئے ایسے لوگوں کو تیار کر دیا ہے جو انکار نہیں کرتے، یہی (اٹھارہ) پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں قرآن سنانے پر تم سے اجرت (مزدوری) نہیں مانگتا، قرآن تو اور کچھ نہیں سارے جہاں کے لئے نصیحت ہے۔''

مذکورہ بالا آیات سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری تاریخ انسانی میں لوگوں کے لئے کسی نہ کسی قائد اور حاکم کا تعیین کرتا رہا ہے، اور انہیں منصب قیادت، حکومت اور نبوت سے بھی سرفراز کیا جاتا رہا۔ یہ سلسلہ حضرت نوحؑ سے لے کر آخری نبی محمد ﷺ تک جاری رہا اور اللہ تعالیٰ کے قول '' هَؤُلَاءِ الَّذِينَ الخ '' کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو پوری تاریخ انسانی کے لئے لوگوں کا قائد اور حاکم بنا کر بھیجا تا کہ ان کے ذریعے لوگوں کے مابین

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

عدل وانصاف کا قیام عمل میں آسکے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ سلسلہ قیادت و امامت کی ضرورت تو کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ یہ تو پوری تاریخ انسانی میں جاری رہے گی۔

دوسرا مرحلہ بحث: جس کے ضمن میں بعض وہ آیتیں ذکر کی جائیں گی جس میں حضرت ابراہیمؑ کو اُن کی اولاد میں سے آئمہ صالحین بنانے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس حوالے سے بہت ساری مختلف آیات ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

۱۔ ﴿وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ☆ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ قَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ☆ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ☆ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ☆ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ☆ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَائَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ☆ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ☆ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ☆ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ☆ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ☆ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ☆ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ☆ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ☆ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ☆ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ﴾ سورہ شعراء، آیت ۶۹ تا ۸۳۔

"(اے پیغمبر) ان لوگوں کو ابراہیمؑ کا قصہ سنا دیجئے؛ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟، انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، انہیں کے سامنے پڑے رہتے ہیں، تب ابراہیمؑ نے پوچھا جب تم اُن کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟ (یا اگر تم اُن کی عبادت کرو تو) وہ کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر نہ کرو تو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟، کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو یہی کرتے پایا۔ ابراہیمؑ نے کہا تم کچھ سمجھے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

جس کو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے آئے، وہ (سب) میرے مخالف (دشمن ہیں) یعنی میں ان کا دشمن ہوں، مگر وہ جو سارے جہان کا مالک ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ پھر وہی مجھ کو (دین اور دنیا کی) سمجھ دیتا ہے اور وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا عطا (تندرست) کرتا ہے، اور وہ مجھ کو (ایک دن) مارے گا پھر (حشر کے دن) زندہ کرے گا اور وہ جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ انصاف کے دن میرا قصور معاف کرے گا، اے میرے مالک مجھ کو سمجھ عنایت فرما، اور نیک بندوں سے مجھ کو ملا دے (آخرت میں ان کے ساتھ رکھ)۔"

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ شباب میں مانگی تھی، اس وقت اُن کے باپ بھی بقید حیات تھے مگر بتوں کی عبادت کی وجہ سے ان کے درمیان شدید اختلاف رونما ہو گیا تھا۔ اور وہ اس وقت مقام بابل میں تھے اور وہیں انہوں نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کو حاکم و امام بنا دے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کر سکیں اور ان کو اللہ کے عدل اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر سکیں یہ دعا ان کی دوسری دعا سے ملتی جلتی ہے جس میں انہوں نے نیک اولاد کی دعا کی تھی تاکہ نیک اولاد ان کے پیغام کو آنے والی تمام نسلوں تک پہنچاتی رہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور آنے والے لوگوں میں ذکر خیر باقی رکھا" دوسری آیت میں آیا ہے "میرے پروردگار مجھے نیک اور صالح اولاد عطا کر"۔ ان دونوں آیتوں میں مانگی جانے والی دعائیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، اللہ نے اپنے اس قول سے حضرت ابراہیم کی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿وَ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنْ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

الصَّالِحِينَ﴾ سورہ عنکبوت، آیت ۲۷۔

''اور ہم نے انھیں اِسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دیا، اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ قائم رکھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں (ان کی نیکیوں کا) بدلہ دیا اور آخرت میں تو وہ یقیناً نیک بندوں ہی میں شامل ہیں۔''

واضح رہنا چاہیے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ 'دنیا میں اجر' سے مراد اس دنیا کی قیادت و امامت ہے۔ اللہ کی طرف سے دیئے جانے والے دنیوی اجر کی تفسیر حکومت اور بادشاہت ہی ہے، جیسا کہ دوسری آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اللہ نے حضرت یوسف کے قصہ کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ سورہ یوسف، آیت ۵۶۔

''اور ہم نے اسی طرح سے (مصر کے) ملک میں یوسف کو جمایا، وہ جہاں چاہتا تھا اس ملک میں رہتا تھا، ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت تمام کرتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کا 'اجر' یا بدلہ ضایع و برباد نہیں کرتے۔''

امام خمینیؒ نے اس آیت ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا: اس دنیا کی نیکی اور بھلائی سے مراد امامت و قیادت اور بادشاہت ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے پھر وہ اس کے ذریعے اللہ کے حکم کو زمین پر قائم کرتے ہیں اور اس کے عدل کو پھیلاتے ہیں اس حکومت کے ذریعے اللہ کی زمین کو شرک و ظلم سے پاک کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

۲۔ ﴿وَ إِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴۔

''اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا اور

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

انھوں نے تمام باتوں کو پورا کیا، تو پروردگار نے فرمایا: بس میں تمھیں لوگوں کا 'امام' بناؤں گا، ابراہیمؑ نے کہا: اور میری اولاد کو؟ فرمایا، جو ظالم ہوں گے اُن تک یہ عہدہ نہیں پہنچے گا!۔''

مذکورہ بالا آیت میں، جس کا حوالہ گذشتہ ابوابِ بحث میں بھی بار بار آتا رہا ہے، حضرت ابراہیمؑ کی ایک دوسری دعا کا ذکر ہے۔ چونکہ انبیاء کرامؑ اُنھیں چیزوں کی دعائیں مانگتے ہیں جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں اور جس کی انہیں مانگنے کی اجازت دی گئی ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ امامت کو اپنی اولاد میں جاری رکھنے کی دعا کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہایت حکمت والا اور دعا قبول کرنے والا ہے اور نہایت ہی مہربان اور عطا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو قبول کرلیا جسے انہوں نے اللہ کی اجازت سے مانگی تھی مگر اللہ نے اس دعا کو عدالت وعصمت کے ساتھ کے ساتھ مشروط کردیا کہ تمہاری ذریت میں وہی شخص منصب امامت کا مستحق ہوگا جو 'عدالت تامہ' یا دوسرے لفظوں میں عصمت کا حامل ہوگا، اور اللہ کے اس قول ﴿لاَ یَنَالُ عَھْدِی الظَّالِمِینَ﴾ سے اس بات کی نفی کردی گئی کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جو لوگ ظالم اور بے انصاف اور عدالت تامہ کے حامل نہ ہوں گے ان کو بھی کسی منصب امامت کا اہل قرار دیا جاسکے گا کیوں کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ان کی اولاد میں سے صرف نیک اور غیر ظالم لوگوں کے حق میں قبول ہوئی ہے۔

اگر کسی کو اس دعا کی قبولیت میں شبہ ہو اور وہ یہ سوال کرے کہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت میں ان کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ نے امامت کو ان کی ذریت میں جاری کرنے کا فیصلہ کردیا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ قرآن کی بعض دوسری آیتوں میں اس کا جواب موجود ہے، جس سے اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ اللہ نے منصب امامت کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ان کی دعا کے نتیجے میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ☆ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ☆ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَ أَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾ سورہ انبیاء، آیت ۷۱ تا ۷۳۔

''اور ہم نے ابراہیمؑ (اور اُن کے بھتیجے) لوطؑ کو نجات دے کر اس سرزمین میں پہنچایا جس میں ہم نے سارے جہاں کے لئے برکت رکھی ہے۔ اور ہم نے ابراہیمؑ کو (اُن کی دعا پر) اسحاق دیا (بیٹا) اور یعقوب دیا (پوتا) اور سب کو نیک بخت کیا، اور ہم نے ان (چاروں) کو 'پیشوا' بنایا، وہ ہمارے 'حکم' سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے۔ اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور درستی سے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی۔ وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں ہی ان کی ذریت کو امام بنایا لیکن ان میں سے صرف انہیں کو جن میں عدالت تامہ یا عصمت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنے کی یعنی صبر کی صفتیں اور اسی قبیل کی اولوالعزمی کی صفتیں پائی جاتی تھیں، جیسا کہ قرآن کریم میں جا بجا مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

الغرض، حقیقت یہ ہے کہ یہ عظیم بخشش یعنی 'نیک ذُرّیت کو امام بنایا' یہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت ہی کے نتیجے میں تھی۔

۳۔ نیز اس آیت میں بھی جو کچھ اللہ کے فضل و کرم کا ذکر ہے، وہ اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی تھی۔ قرآن میں کہا گیا ہے:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ سورہ نساء، آیت ۵۴۔

''جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں کو دیا ہے کیا اُس پر یہ (منکرین ومشرکین ومنافقین) حسد کرتے ہیں؟ (تو یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے!) ہم نے ابراہیم کی اولاد (داؤد اور سلیمان) کو کتاب اور پیغمبری دی تھی اور ہم نے اُن کو ''بڑی سلطنت'' بھی دی تھی۔''

اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ نے آلِ ابراہیمؑ کو 'بڑی سلطنت' یعنی یہی امامت و قیادت، سے سرفراز کیا، جو کتاب وحکمت اور نبوت سے الگ چیز ہے، جسے اللہ نے اس آیت میں ''فضل'' کے لفظ سے ذکر کیا ہے، قرآن میں دوسری جگہ مزکور ہے۔

۴۔ ﴿إِنَّ اللهَ اصْطَفَى آدَمَ وَ نُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ☆ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۳۳،۳۴۔

''بے شک اللہ نے سارے جہان کے لوگوں میں آدمؑ اور نوحؑ کو اور آلِ ابراہیم و آل عمران کو چن لیا ہے، یہ عظیم ذُریت جس میں بعض کو بعض سے نسبتِ خاص ہے! اور اللہ سب سننے سب جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں 'اصطفائے الٰہی' کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

اول۔ **اصطفائے فردی:** اس سے مراد حضرت آدم اور نوح کا انتخاب ہے۔

دوم۔ **اصطفائے آل اور ذُریت:** یعنی پورے کنبہ اور خاندان کا انتخاب، اس کے مصداق آل ابراہیم اور آل عمران ہیں۔ اس آیت میں خاص کا عام پر عطف ہے، جس سے اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ آل عمران ابراہیم کی نسل سے ہیں انتخاب خاندانی بھی دو مرحلوں میں منقسم ہے۔

۱۔ ابراہیم کی اولاد کا انتخاب۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

۲۔ ابراہیم کی تمام اولاد میں سے عمران کی اولاد کا انتخاب۔

اگلی آیت کا تعلق آل عمران کے انتخاب سے ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِذْ قَالَتْ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

''(اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے پروردگار سے عرض کیا: میرے پالنے والے! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسے بس تیری 'نذر' کر دیا ہے، اب تو میری یہ نذر قبول فرما! بے شک تو تمام باتوں کو سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے!!''

دوسری آیت

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۴۵ تا ۴۵

''جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تجھ کو اپنے ایک 'کلمہ' کی خوشخبری دیتا ہے، اُس کا نام مسیح عیسی ابن مریم ہوگا، دنیا و آخرت میں بڑے مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا!''

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں سے عمران کی اولاد کے انتخاب کی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔

ان آیتوں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ ایک انتخاب کا 'تحقق' دوسرے کے ضمن میں کیسے ہوتا ہے۔ یعنی ذریۃ بعضہا من بعض کے قرآنی فقرے کا مطلب بھی آشکار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض آل ابراہیم یعنی آل عمران کا انتخاب تمام آل ابراہیم سے ہے جب ان آیتوں کو اس آیت سے ملا کر دیکھا جائے جس میں حضرت ابراہیم نے اپنی ذریت میں امامت کو جاری کرنے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کی دعا کی تھی تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول کر لی مگر اسے صلاحیت ولیاقت سے مشروط کر دیا گیا۔

ہاں! یہ بات بھی ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ منصب امامت انہیں صرف اور صرف ''نسل'' یا خاندان کی ہی بنیاد پر نہیں عطا کی گئی ہے بلکہ ان کے اندر وہ تمام تر صفات اور قابلیتیں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں جو اصطفائے الٰہی کیلئے مطلوب اور ضروری ہوتی ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ، قیام قیامت تک، حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے غیر ظالمین، اہل عدل وانصاف اور معصوم لوگوں کو اصطفاء کی تمام تر صلاحیت اور لیاقت کے حامل ہونے کی بنا پر ہی اس عہد الٰہی سے سرفراز کیا جائے گا! آل عمران میں بھی چوں کہ یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں اسی لئے ان کو اس عہد الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا، اسی طرح محمد ﷺ کی اولاد کو بھی اس اصطفائے خاص کی قابلیت کی بنیاد پر منصب عطا کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

''(پیغمبر کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی گندگی (ناپاکی) دور کرے اور تم کو خوب صاف ستھرا پاک صاف بنا دے۔''

انتخاب خاندانی کی بنیاد یہی صلاحیت واستعداد ہے! نہ کہ محض نسبی تعلق، قرآن کی یہ آیت اسی کی تائید کرتی ہے ﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ اس آیت میں بعضیت کا تعلق نسب سے نہیں ہے بلکہ اوصاف اور ملکۂ قیادتِ الٰہیہ سے ہے! جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس منصب کے لئے منتخب کیا جائے گا جو انھیں اعلیٰ صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مالک ہوں گے جس کے حامل ان کے خاندان کے مورث وپیشوا تھے۔ اگلی آیت سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس بعضیت کا تعلق کردار کی خصوصی نسبتوں سے ہے نہ کہ فقط ظاہری نسبی تعلق سے۔ اللہ نے نوحؑ سے فرمایا: جب انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ﴾ سورہ ھود، آیت ۴۵۔

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، اور کہا: میرے پالنے والے! یہ میرا بیٹا ہے میرے 'اہل' میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں میں سے بڑا حاکم ہے۔''

تو ان کے جواب میں حضرت رب العزت کا جواب یہ آیا کہ ''انہ لیس من اہلک'' وہ تیرے 'اہل' میں سے نہیں ہے!

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس فرد کا تعلق خاندان نبوی کے پیشوا سے روحانی ہوگا صرف وہی ولایت کا اہل ہوگا، یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جس کا نسلی تعلق نبی سے ہو، وہ قیادت کا اہل بھی ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کی جس اولاد کو اس کیلئے منتخب کیا جاتا ہے وہ اس نبی کی شخصیت کا عکس اور پرتو ہوتا ہے۔ جس کی پوری شخصیت اطاعت خداوندی کے قالب میں ڈھل جاتی ہے۔ قرآن میں اس کیفیت کو لفظ ''اسلام'' سے تعبیر کیا گیا ہے! یعنی خدا کے آگے حقیقی معنیٰ میں پوری پوری خود سپردگی! یہی وجہ ہے کہ قرآن کی نظر میں اسلام ایک عہد و اقرار تھا جس کو ابراہیمؑ کی اولاد نسلاً بعد نسل ایک دوسرے کو منتقل کرتی رہی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَ إِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ☆ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ وَ وَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ☆ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَ إِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۳۰ تا ۱۳۳۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

''ابراہیمؑ کے طریقے سے وہی رُوگردانی کرے گا جو احمق ہوگا، حق یہ ہے کہ ہم نے اُن کو دنیا میں چن لیا ہے (ان کو نبوت و امامت عنایت کی ہے) اور آخرت میں بھی وہ رستگاروں میں سے ہیں۔ جب پروردگار نے اُن سے فرمایا: (اے ابراہیم) سربسر تسلیم ہوجاؤ! تو انھوں نے کہا: میں تو (پوری طرح سے) تمام عالمین کے پروردگار کے آگے خود سپردگی کر چکا!! (میں سارے جہانوں کے پالنے والے کا پورا پورا فرماں بردار ہوں!) اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں (اسماعیل و اسحٰق) کو اور یعقوب نے بھی (اپنے بارہ بیٹوں کو) اسی دین کی وصیت کی، بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین (یعنی اسلام) پسند کیا ہے تو (مرتے وقت) مسلمان ہی مرنا، (بھلا یہودیو!) کیا تم اُس وقت موجود تھے جب یعقوب مرنے لگے اور انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: 'تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟' انہوں نے کہا: 'ہم آپ کے اور آپ کے آباواجداد، ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق ہی کے خدا کی عبادت کریں گے۔ ایک ہی خدا ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں!''

مذکورہ بالا آیات سے ہمیں اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے کہ امامت ربانی کا قیام انتخاب الٰہی پر موقوف ہے اور امامت و قیادت کا یہ سلسلہ مختلف زمانوں میں صرف حضرت ابراہیم کی نسل میں جاری رہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ میرے نسل و خاندان سے (آئمہ قرار دے) خدا نے فرمایا میرا عہدہ (مقام امامت) ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ اسی طرح دوسری جگہ ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى ..... وَآلَ إِبْرَاهِيمَ.....﴾ دوسری آیت ﴿وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾۔ جن کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ کی اولاد ہیں۔ اس سے متعلق مزید بحث ہم آئندہ کریں گے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

۵_ قرآن میں ہے:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ سورہ نساء، آیت ۵۴۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیمؑ کو نبوت کے ساتھ "ملک عظیم" سے بھی نوازا تھا جس سے مراد حکومت واقتدار ہے۔ یہاں اس آیت سے متعلق یہ سوال اٹھتا ہے کہ "محسودین" سے کون لوگ مراد ہیں جس سے متعلق قرآن کہتا ہے کہ انھیں دوسروں کے معاملے میں اضافی فضیلت دی گئی ہے۔ سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ "محسودین" سے مراد کچھ مخصوص مومنین ہیں جو زمانہ نبوت میں اللہ کے رسول کی معیت میں رہتے تھے اور جن کا تعلق ابراہیمؑ کی نسل سے ہے۔ اس لئے کہ مفسرین نے اس "فضل" کی تفسیر جسے اللہ نے ان مومنین "محسودین" کو عطا کیا ہے کتاب، حکمت اور ملک عظیم سے کی ہے ان تمام صفات سے اللہ نے اولاد ابراہیم ہی کو سرفراز فرمایا ہے۔

اس آیت اور بعض دوسری آیتوں کے مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ محسودین کے مصداق آل محمد علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ اصول کافی (۱) میں جو روایت امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام کی سند سے منقول ہے اُس سے اس کی توثیق بھی ہوتی ہے کہ محسودین آل محمد کے آئمہ ہیں۔ انھوں نے ﴿أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ﴾ میں "ملک" کی تفسیر امامت وخلافت سے کی ہے اور ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس میں محسودین سے مراد ہم ہی ہیں جن کو اللہ نے امامت کے فضل سے نواز ہے نہ کہ ہمارے غیر۔

مذکورہ آیت کے شان ونزول سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس وقت لوگوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اس وقت محسودین کے مصداق مومنین یعنی آل محمد سے حسد اور بغض وعداوت رکھتی تھی جبکہ یہ لوگ پہلے ہی اس بات کا اقرار کر چکے تھے کہ اللہ نے اس فضل یعنی منصب امامت و

(۱) اصول کافی: باب "آئمہؑ والیان امر اور وہ محسود ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔" ج ۱ ص ۳۹۵۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

نبوت کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت واولاد کے ساتھ مختص کر دیا ہے اور آل محمد انہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں تو انہیں اب کیا ہو گیا ہے کہ اس فضل کو (یعنی منصب امامت، نبوت) کو آل محمد ﷺ کے لئے ماننے سے انکار کرتے ہیں اور ان سے حسد بھی رکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ قرآن کریم کی تصریحات سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ منصب امامت وقیادت حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے صرف بعض لوگوں کو اُن کی ربانی قدرت وصلاحیت کی بنیاد پر دی گئی ہے جو اس منصب کے استحقاق کے لئے شرط تھی۔ اسی طرح قرآن کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کو ابراہیمؑ کی بعض اولاد سے سلب کر کے ان کی دوسری اولاد کو دی جا سکتی ہے۔ جب پہلی جماعت اس کا استحقاق کھو دے۔ قرآنی آیات میں عموم کے صیغے میں بعض اوقات اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ وہ جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے بادشاہت چھین لیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَ إِسْرَائِيلَ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَانِ خَرُّوا سُجَّدًا وَ بُكِيًّا ☆ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ سورہ مریم، آیت ۵۸، ۵۹۔

"یہ (انبیاء) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے خاص فضل وکرم فرمایا ہے، یہ آدم کی اولاد سے ہیں، اور ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی (سچی راہ بتائی) اور اُن کو ساری خلقت میں سے پیغمبری کیلئے چن لیا، جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے جاتے، پھر ان کے بعد کچھ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ایسے نا خلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو گنوا دیا اور دنیا کے مزے میں لگ گئے۔"

ایک اور آیت میں کہا گیا

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ سورہ نساء، آیت ۱۵۵۔

"پھر اُن کے اپنے عہد کے توڑ ڈالنے اور اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے اور انبیا کے ناحق قتل کرنے اور یہ کہنے کی بنا پر کہ ہمارے دل پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔"

قرآن کی ان آیات میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ امامت وفضیلت جس سے اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں اسحٰق و یعقوب کی ذریت کو سرفراز کیا تھا، جب ان ہی میں سے کچھ لوگوں نے ضلالت و گمراہی اور کفر و ظلم کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے ان سے یہ نعمت چھین لی۔ اور وہ لوگ نعمتِ الٰہی کے بجائے لعنتِ الٰہی کے مستحق ہو گئے، جس کو اللہ نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ﴾ اور

تو ان کے اپنے عہد کے توڑ ڈالنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی!

یا یہ کہ:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ﴾

ان پر ذلت اور بے چارگی کی مار پڑی اور اللہ کے غیض و غضب کے حصہ دار ہوئے!

اِن آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے بیٹے اسحٰق کی ذریت کو امامت سے محروم رکھا گیا اور ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے اسماعیلؑ کی طاہر و پاکباز معصوم و مطیع اولاد سے یعنی آلِ محمدؐ میں امامت کا سلسلہ جاری رہا۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ایک اور آیت میں فرمان باری ہے۔

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۶۸۔

"سب لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُن کی پیروی کی اور وہ یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ مومنین کا ولی وسرپرست ہے!"

اس آیت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی بعض ذریت کو امامت الٰہیہ کا مستحق محض اُن کی روحانی وربانی لیاقت وصلاحیت کی بنیاد پر قرار دیا گیا، اور اس ربانی لیاقت و صلاحیت کے اعتبار سے حضرت ابراہیمؑ سے قریب ترین اور ان کی شخصیت ربانی میں سب سے زیادہ مشابہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن پر ایمان لانے والے لوگ ہیں کیوں کہ قرآن میں (الذین آمنوا) کا لفظ آیا ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اس وجہ سے انہیں بقیہ تمام مسلمانوں کا امام بنا دیا گیا۔ اور اللہ نے ان مخصوص مومنین کو رسول کے بعد باقی دیگر تمام مسلمانوں اور ایمان والوں کی قیادت و امامت کے لئے منتخب کر لیا اور اپنی کتاب میں ان کے اوصاف وکمالات کو بیان کر کے اس کی وضاحت وتعیین کر دی، چنانچہ اب ان کی حیثیت ایک مکمل رہنماء قائد مطاع (وہ قائد جس کی مکمل اطاعت کی جائے) کی ہوگئی، اسی بات کو اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ.....﴾ اور سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۶ ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا .....﴾ میں بیان کیا ہے۔

تیسرا مرحلہ بحث: اس ضمن میں ہم بعض ایسی آیتیں پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں اشارہ و کنایہ کے اسلوب کے ذریعے اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ منصب امامت کے اہل اور

(۱) **کتاب الغدیر** ج۲ص ۵۲، ۵۳۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

مستحق اہل بیت رسولؐ ہیں۔اس میں سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ اگر منصب امامت کے لئے کسی فرد معین کا نام صراحتاً ذکر کر دیا جاتا تو اس بات کا امکان تھا کہ کوئی بادشاہت وسلطنت اور امامت کا خواہشمند اور حریص انسان قرآن میں تحریف کرنے کی ناکام کوشش کرتا جس سے قرآن کی حفاظت ممکن نہ ہوتی اور اس کی ثقاہت مخدوش ہو جاتی، اس لئے حکمتِ الٰہیہ کا یہی تقاضا تھا کہ ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے قرآن کی حفاظت پر آنچ نہ آئے۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بالذات قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ اور اگر یہ اسلوب نہ اختیار کیا جاتا تو مسلمانوں میں انتشار وخلفشار پیدا ہو جاتا۔ کیوں کہ اس طرح کے واقعات خود رسول کریم کی ان احادیث کے ساتھ پیش آچکے ہیں جن میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے کہ منصب امامت کے حق دار صرف اہل بیت ہیں، ان کے ناموں کی وضاحت بھی کر دی گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ان کے دشمنوں اور مخالفین کے اندر ناراضگی کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے ایسی حدیثوں کی کتابت سے انکار کر دیا جیسا کہ ابوداؤد اور دارمی نے اپنی سنن اور احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عمر بن عاص سے ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں جو کچھ بھی اللہ کے رسول سے سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: جو کچھ بھی تم اللہ کے رسول سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو جبکہ رسول اللہ بھی ایک انسان ہیں کبھی ان پر غصہ کی حالت ہوتی ہے اور کبھی رضا مندی اور خوشی کی تو میں لکھنے سے رک گیا۔ اس کے بعد میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو انہوں نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: لکھ لو، خدا کی قسم جو کچھ بھی نکلتا ہے حق ہے (۱) بخاری اور مسلم نے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا، اس وقت گھر میں بشمول عمر بہت سے لوگ موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا: لاؤ تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں اس کے بعد تم لوگ ہرگز گمراہی کا شکار نہ ہو

(۱) **سنن الدارمی** ج۱ص۱۲۵۔**باب من رخص فی الکتابه من المقدمه**.
سنن ابی داود ج۲ص۱۲۶۔**باب کتابة العلم و مسند احمد** ج۲ص۱۲۶۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

گے۔عمر نے کہا نبی ﷺ پر درد و تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس کتاب اللہ موجود ہے اور کتاب اللہ ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہے۔اس بات میں تمام حاضرین کے اندر بھی اختلاف پیدا ہوگیا، چنانچہ بعض لوگ عمر کے مؤید ہوئے اور بعض لوگ مخالف۔جب اختلاف زیادہ بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔(۱)

ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر نے لوگوں کو جمع کیا کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں نقل کر رہے ہو اور اس میں اختلاف بھی کر رہے ہو، لوگ تمہارے بعد زیادہ اختلاف میں پڑ جائیں گے تم رسول اللہؐ سے کوئی بھی بات بیان مت کرو۔جب کوئی تم سے سوال کرے تو کہو کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ ہے۔اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال سمجھو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام۔(۲) اسی طرح حضرت عمر اور عثمان نے بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں کہا۔(۳) اور جب بنوامیہ نے عہد خلافت سنبھالا تو بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ رسول اللہ کی طرف موضوع احادیث کا چلن عام ہوگیا۔بنوامیہ کے لوگوں نے اہل بیتؑ کی دھڑ پکڑ کی اور ان کی اولادوں کو تہہ تیغ اور خانماں برباد کیا، کربلا کا واقعہ اس کا سب سے بڑا شاہد ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے رخصت ہوئے ابھی نصف صدی بھی نہیں گزری تھی انہیں باتوں کے پیش نظر اللہ نے حکمت سے کام لیتے ہوئے وصف واشارہ کے اسلوب کو اختیار کیا اور اہل بیتؑ میں سے کسی کا نام صراحتاً ذکر نہیں کیا، تاکہ قرآن کی حفاظت اللہ کے وعدے کے مطابق تا قیامت ہوتی رہے۔ تاہم ذیل میں قرآن مجید کی بعض ایسی آیات پیش کی جارہی ہیں جن سے قرآن کے مخصوص اسلوب میں مسئلۂ امامت کا ثبوت ملتا ہے۔

---

(۱) **البخاری، کتاب العلم**، ج۱ص۲۲۔**کتاب المرض، باب قول المریض قوموا عنی**
صحیح مسلم آخر کتاب الوصیۃ۔
(۲) **تذکرۃ الحفاظ الذھبی فی ترجمہ ابی بکر**، ج۱ص۲۔
(۳) ملاحظہ کریں کتاب **معالم المدرستین** ج۲ص۵۰۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

۱۔ آیتِ ولایت

خداتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۵۔

''تمہارے دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جھکے رہتے ہیں۔''

امام ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں ابوذر غفاری کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے، ابوذر غفاری نے کہا: ایک روز میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، وہاں مسجد میں ایک فقیر نے دست سوال دراز کیا لیکن کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: اے اللہ تو گواہ رہنا میں نے نبیؐ کی مسجد میں دست سوال دراز کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علیؑ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور رکوع کی حالت میں تھے، انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اس کی طرف بڑھادی جس میں انگوٹھی تھی، سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی انگلی سے نکال لی، یہ سب کچھ رسول اللہؐ کی نظروں کے سامنے ہو رہا تھا، کیوں کہ اس وقت آپ بھی مسجد میں موجود تھے، پھر رسول اللہ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا: اے اللہ میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کر کے کہا تھا:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ☆ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ☆ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ☆ يَفْقَهُوا قَوْلِي ☆ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ☆ هَارُونَ أَخِي ☆ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي﴾

''خداوندا! میرا سینہ کشادہ فرمادے اور میرا کام آسان کردے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل میں سے ایک میرا وزیر بنادے، ہارون کو، جو میرا بھائی ہے، اس (کے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ذریعہ) سے میری پشت پناہی فرما!"

پروردگار اس دعا پر تو نے موسیٰ پر یہ آیت، یہ بشارت نازل فرمائی:

﴿سنشدعضدک بأخیک و نجعل لکما سلطاناً فلا یصلون الیکما﴾

"ہم ضرور تمہارے بھائی کے ذریعہ سے تمہارے بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے ایسی طاقت وقدرت قرار دیں گے کہ تمہارے دشمن تم تک پہنچ نہ سکیں گے!"

"اے معبودِ برحق! میں محمد، تیرا نبی اور صفی (خالص دوست) ہوں، میرا سینہ بھی کشادہ فرمادے اور میرے لئے بھی میرا کام آسان کردے اور میرے اہل خاندان میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنادے اور اس کے ذریعے سے میری پیٹھ مضبوط کردے!"، ابوذر نے کہا کہ ابھی اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیلؑ اللہ کے پاس سے آئے اور کہا کہ اے محمد پڑھئے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (۱)

کچھ ایک اسی روایت پر موقوف نہیں اس بات پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس میں مطلق کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ اس آیت کے معنی امامت کے سلسلے میں واضح اور صریح ہیں، اس آیت کے مفہوم سے ولایت وسلطنت کے علاوہ دیگر تمام معانی کا احتمال ختم ہوجاتا ہے، اور ولایت کے اس معنی کو اللہ اس کے رسول اور حضرت علیؑ کے ساتھ مختص تصور کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ آیت تطہیر

اس آیت میں امامت اہل بیتؑ کی صراحت موجود ہے۔ آیت کے نزول کے وقت جو لوگ زندہ موجود تھے وہ حضرت علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) **کتاب الغدیر** ج ۲ ص ۵۲، ۵۳۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

''(پیغمبر کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی (ناپاکی) دور کرے اور تم کو خوب ستھرا و پاک صاف بنا دے۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بیتؑ سے ہر طرح کی نجاست و گندگی اور ناپاکی دور کر دی گئی۔ ''رجس'' کے معنی گندگی اور گناہ کے ہیں خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ ایسی گندگی و ناپاکی جس سے بچنا ضروری ہو اسے لغت میں ''رجس'' کہتے ہیں۔ ابن منظور نے کہا کہ رجس گندگی کو کہتے ہیں اور قرآن میں جس گندگی کے معنی میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۹۰۔

''شراب، قمار بازی، بت اور ازلام (ایک قسم کی لاٹری) پلیدی ہیں، یہ شیطانی کام ہیں، اس لئے ان سے بچتے رہو۔''

دوسری جگہ مذکور ہے:

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ﴾

سورہ توبہ، آیت ۱۲۵۔

''جن لوگوں کے دل میں (نفاق و کفر) کی بیماری ہے ان کی گندگی پر اور گندگی بڑھا دی گئی۔''

ایک اور جگہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾

سورہ انعام، آیت ۱۴۵۔

''مگر یہ کہ مردار یا بہتا خون یا سور کا گوشت، سو وہ رجس ہے (یعنی نجس ہے)''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ''رجس کو دور کرنے'' کے اصل معنی ہیں ہر طرح کی معصیت سے بچانا، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اور یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بیتؑ کو ان تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک کر دیا گیا ہے، جو منافیِ عصمت ہیں، اور جن کی بنا پر آلِ وذُریت ابراہیم سے عہدہ امامت سلب کیا جا سکتا ہے۔

اس بات پر تقریباً پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے اور متواتر وصحیح حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت رسول اللہؐ، فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسلم اور ترمذی نے بھی اہل بیت نبیؐ کے فضائل کے باب میں ذکر کیا ہے کہ اس کا تعلق انہیں اہل بیتؑ سے ہے، نہ کہ ازواج نبیؐ سے، جیسا کہ ام سلمہ سے منقول ایک صحیح متواتر حدیث میں آیا ہے کہ یہ آیت ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ میرے گھر میں نازل ہوئی اور اس وقت گھر میں یہ سات افراد، جبرئیل، میکائیل، محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین موجود تھے اور میں گھر کے دروازہ پر تھی، تو میں نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میرے نزدیک سب سے اچھی اور نیک ہو اور تم نبی کی بیویوں میں سے ہو۔

اس آیت سے امامت اہل بیت پر دلالت اس طرح قائم ہوتی ہے کہ قرآن کی ایک دوسری آیت ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ میں امام کیلئے عصمت کی شرط لگائی گئی ہے اور عصمت کو اللہ کے ذریعہ جانا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت اہل بیت کی عصمت پر دلالت کرتی ہے تو اس طرح وہ ان کی امامت کیلئے بھی دلیل بن جاتی ہے۔ یہ تفصیلات اور دلائل اس کے علاوہ ہیں جو ہم اس سے قبل آیت ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (سورہ نساء، آیت ۵۹۔) کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

اس آیت میں اطاعت رسول اور اطاعت اولوالامر کو بیان کرنے کیلئے امر کا ایک ہی صیغہ مذکور ہے اور اللہ کی اطاعت کیلئے امر کا دوسرا صیغہ استعمال کیا گیا، کیونکہ اس کی اطاعت کو مستقل امر کا درجہ حاصل ہے اور اطاعت رسول اور اولوالامر کی اطاعت کیلئے ایک ہی صیغہ لا کر بتانا مقصود

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ہے کہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت نفس وجوب میں یکساں ہے اور رسول اللہ کی اطاعت مطلقاً واجب ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے مترشح ہے۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ سورہ حشر، آیت ۱۷۔

''مسلمانوں! جو کچھ بھی (شے یا حکم) پیغمبر تمہیں دیں وہ لے لو اور اور جس بھی (شے یا امر) سے منع کریں اس سے باز رہو۔''

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ سورہ نور، آیت ۶۳۔

''پھر جو لوگ پیغمبر کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہیے (دنیا میں) اُن پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا (آخرت میں) کوئی تکلیف کا عذاب ان کو نہ پہنچے۔''

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ سورہ نساء، آیت ۸۰۔

''جو رسول کا کہا مانے اس نے اللہ کا کہا مانا۔''

اس طرح کی دوسری آیات بھی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کی ہر بات وحی کے ہی حکم میں ہوتی ہے جس کو بجالانا تمام مومنین کیلئے ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ سورہ نجم، آیت ۳،۴۔

''اور (رسولؐ) جو کچھ بھی بات کہتا ہے اپنی خواہش سے نہیں کہتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔''

اس آیت سے یہ علم حاصل ہوا کہ ہر چھوٹے بڑے امر میں رسول کی اطاعت واجب ہے اور اس طرح کا وجوب محض گناہ سے منزہ (پاک) شخص کے لئے ہی ہوسکتا ہے۔ اس وجوب کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اولوالامر کے معصوم ہونے اور انہیں ہر طرح کے گناہ و گندگی و ناپاکی سے پاک کردیئے جانے پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا صاف طور سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اولوالامر سے مراد اہل بیت رسول ہیں۔ کیوں کہ آیت تطہیر ان ہی

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

لوگوں کی عصمت و ناپاکی و گندگی سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا ان کی اطاعت واجب اور ان کی مخالفت ممنوع۔

۳_ آیت قربیٰ

ان آیات میں بھی رسول کے بعد اہل بیت کی امامت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لاَ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾

سورہ شوریٰ، آیت ۲۳۔

''(اے رسول) تم کہہ دو میں تم سے رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اپنے اقرباء کی 'مودت' کے۔''

اس آیتِ کریمہ سے یہ بات واجب ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزہ و اقربا سے 'مودت' یا محبت و عقیدت رکھی جائے اور اُن کا ایک مخصوص پاس و لحاظ رکھا جائے۔ اور اللہ نے رسول کی رسالت و پیغام کیلئے اس محبت و عقیدت کو اجر اور بدلہ قرار دیا ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں اس مودت کی اہمیت اور قدر و منزلت اصل رسالت سے کم تر نہیں ہوگی بلکہ اس کے مساوی ہوگی۔ کیوں کہ ہر عمل کا بدلہ قدر و قیمت میں اس عمل کے برابر ہونا ضروری ہے ورنہ وہ مساوی اجر نہیں ہوگا۔ نعوذ باللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی اہم ترین شئ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اجر غیر مساوی متعین کرے، قرآن کی بعض دوسری آیتوں میں اس اجر کے مفہوم و معنی اور مراد و مقصود پر روشنی ڈالی گئی ہے قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلاَّ مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ سورہ فرقان، آیت ۵۷۔

''اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس خوشخبری سنانے پر اور ڈرانے پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جس کا جی چاہے وہ اپنے مالک تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔''

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اس آیت میں اجر سے مراد سبیل الی اللہ ہے یعنی اللہ تک پہنچانے والا راستہ۔ اور یہی بات دوسری آیت میں بھی مذکور ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ سورہ مزمل، آیت ۱۹۔

''یہ آیتیں نصیحت کی باتیں ہیں پھر جس کا جی چاہے اپنے مالک کی طرف راستہ بنالے۔''

یہاں قرآن نے رسول کے اقرباء کو قرآن کریم کے مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں چیزیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں جیسا کہ رسول اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ☆ يَاوَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ☆ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا﴾ سورہ فرقان، آیت ۲۷ تا ۲۹۔

''اور جس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا، کہے گا کاش میں بھی (دنیا میں) پیغمبر کے ساتھ اسلام کا راستہ لیتا (یا کوئی نجات کی راہ حاصل کرلیتا) ہائے میری کم بختی، کاش میں فلاں (گمراہ کرنے والے) کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت پہنچنے کے بعد بہکا دیا (یعنی قرآن کریم روشن آیتیں اور پیغمبر کی ہدایتیں پہنچنے کے بعد) اور شیطان تو آدمی کو (وقت پر) دغا دیتا ہے۔''

ان آخری آیات میں غور طلب نکات یہ ہیں کہ 'مودت' ہی وہ شئ ہے جو انسان کے راستہ کا رخ متعین کرتی ہے۔ نیز یہ آیتیں ظالم اور گناہ گار لوگوں کی حسرت وندامت کی تصویر کشی بھی کرتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو کیوں اختیار نہیں کیا؟ اور کیوں آپؐ کے علاوہ دوسروں کو اپنا 'ولی' یا رہنما بنایا؟ گویا رسولؐ کے علاوہ یا اللہ کے معین کردہ ولی کے علاوہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

دوسروں کو دوست بنانا بالآخر موجب حسرت وندامت ہے۔ یہاں قرآن حکیم کے یہ تمام بیانات الٰہی وربانی قائد اور امام برحق ہی کے تعلق سے ہیں۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ 'مودت' اتباع و اقتدا کے معنی رکھتی ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ قیامت کے دن ان ظالموں کی حسرت وندامت کی کیا انتہا ہوگی؟ جنہوں نے اللہ کے بنائے ہوئے ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنا پیشوا اور حاکم بنایا ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام نکات یہ معلوم ہوا کہ آیتِ مودت میں رسولؐ کے قرابت داروں کی مودت و محبت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہے۔ لہٰذا انہیں آئمہ مطاع مانتے ہوئے امر و نہی میں رسول کی طرح ان کی اقتداء واتباع لازم ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۶۷۔

''اے پیغمبرؐ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے کامل طور سے (لوگوں تک) پہنچا دے اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا کارِ رسالت ہی سر انجام نہیں دیا! اللہ تجھے لوگوں کے (ان تمام خطرات) سے (جن کا احتمال ہے) محفوظ رکھے گا۔''

سورۂ مائدہ کی اس آیت کے بارے میں متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت کریمہ اعلانِ غدیرِ خم کے موقع پر حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی، جس میں اللہ کے رسولؐ کو حضرت علیؑ کی امامت کو مجمع عام میں پہنچانے کا حکم دیا گیا اور ہم آیت میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو اپنے تمام پیغام رسالت کے ابلاغ کے مساوی قرار دیا ہے۔ کیوں کہ آیت میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر رسولؐ نے علیؑ کی امامت کی تبلیغ نہیں کی تو گویا کہ انہوں نے اللہ کے پیغام کو ہی نہیں پہنچایا! جیسا کہ یہ بات آیت مودت اور آیت سبیل میں بھی کہی گئی ہے کہ قرابت داروں سے مودت رسول کی رسالت کے لئے مساوی اجر اور اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ گویا مودت اور سبیل

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

الی اللہ دونوں ایک امر ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کی محبت اور کسی غیر کو مراد لے تو اللہ اور اس کے رسول کے راستہ سے روگردانی ہوگی اور دین سے اعراض ہوگا۔ اور یہی ام تا قیامت حسرت و ندامت کا باعث ہوگا۔

متواتر اور صحیح روایات کے مطابق، جس بات پر اہل علم کا بھی اتفاق ہے، یہ ہے کہ آیت مودت میں 'قربیٰ' سے مراد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہیں! علامہ امینیؒ نے اپنی کتاب ''الغدیر'' میں، احمد بن حنبل نے ''مناقب'' میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ الواحدی ثعلبی، ابونعیم اور البغوی نے اپنی تفسیروں میں اور ابن المغازلی نے ابن عباس کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے قرابت دار کون لوگ ہیں؟ جن کی مودت ہم پر واجب ہے تو انہوں نے فرمایا: ''علیؑ، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے.....'' (۱)

یہاں پر اس بات کو واضح کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ یہ اجر جس کا اوپر ذکر آیا ہے اس اجر کی قبیل سے نہیں جو لوگوں میں یا عرف عام میں مشہور ہے جسے لوگ کسی کی خدمت کر کے حاصل کرتے ہیں، بلکہ یہ اجر ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یہ بات اس مثال سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہے اور وہ کسان جو درخت کو سیراب کرتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اس کا اجر و نتیجہ وہ ماحصل ہے جو اس کھیت یا اس درخت سے اس کو حاصل ہوتا ہے۔ ہر عمل اور کوشش کا متوقع نتیجہ اجر حقیقی ہوتا ہے جسے عامل اپنی کوشش کے نتیجہ میں پاتا ہے۔ چنانچہ آیت میں مذکور اجر اسی معنی و مفہوم میں ہے جیسا کہ سبیل کا مفہوم بھی اجر کے اس معنی میں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مومنین رسول کی دعوت کو قبول کریں اور اللہ سبحانہ کے بتائے ہوئے طریقہ کی اتباع کریں اور رسول کے بعد اہل بیت رسول کی اتباع اور اطاعت کر کے اس راستہ پر ثابت قدم رہیں تا کہ رسول کی کوششیں بار آور ہو سکیں۔ جس کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہو کہ

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے **کتاب الغدیر** ج ۲ ص ۳۰۶۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

پوری دنیا میں عدل وانصاف کا قیام عمل میں آسکے اور ربانی ہدایت پوری دنیا میں پھیل جائے اور اللہ کا وعدہ سچ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ﴾ سورہ نور، آیت ۵۵۔

''اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لے آئیں اور اچھے کام کریں، کہ (ایک نہ ایک دن) انھیں ضرور اِس زمین پر حکومت عطا فرمائے گا!''

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ سورہ اعراف، آیت ۹۶۔

''اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔''

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ سورہ توبہ، آیت ۳۳۔

''وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب کرے چاہے مشرکین اس سے برا ہی کیوں نہ مانیں۔''

یہ تمام کی تمام چیزیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششوں کا اس دنیاوی زندگی میں ثمرہ اور نتیجہ ہی ہیں، بہر حال آخرت کا ثمرہ ونتیجہ تو وہ اس آیت سے ظاہر ہے۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

☆ ﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا﴾ سورہ نساء، آیت ۶۹، ۷۰۔

اس آیت کے مفہوم سے یہ واضح ہوگیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانیں گے انہیں آخرت میں یہ ثمرہ اور نتیجہ حاصل ہوگا کہ انہیں جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اور یہ اجر ایسا اجر ہے جس کا فائدہ خود ایمان والوں کو پہنچتا ہے نہ کہ رسول کی ذات کو، چنانچہ قرآن نے یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی ہے اس اجر سے مراد وہ اجر نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان مشہور ومعروف ہے جس کا نفع وفائدہ عامل واجیر کو ہوتا ہے۔

ان آیات میں اس نوعیت کے اجر کی اللہ کے رسول کیلئے نفی کر دی گئی ہے اللہ کا ارشاد ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِينَ﴾ سورہ انعام، آیت ۹۰۔

"اے پیغمبرؐ! کہہ دیجئے کہ میں قرآن سنانے پر تم سے اجرت (مزدوری) نہیں مانگتا، قرآن تو کچھ نہیں سارے جہان کے لئے نصیحت ہے۔"

مزید برآں اس اجر کی وضاحت وتفسیر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا جس کی وضاحت کیلئے رسول اللہ نے اللہ سے کوئی استفسار نہیں کیا:

﴿أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ﴾ سورہ طور، آیت ۴۰۔

" کیا تو اُن سے کوئی مزدوری مانگتا ہے کہ یہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں؟!"

۴_ آیات تبلیغ

ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ....﴾ سورہ مائدہ، آیت ۶۷۔

"اے رسول وہ بات لوگوں تک پہنچا دیجئے جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے!"

اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو وہ بات بتا دیں کہ حضرت علیؑ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اُن کے بعد اُمتِ مسلمہ کے ولی اور قائد ہوں گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق امامت و قیادت کے مسئلے سے ہے۔اس لئے کہ یہ آیت رسول اللہ کی زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جبکہ تمام دینی و شرعی امور کی تبلیغ مکمل ہو چکی تھی۔امامت کے سوائے، شریعت کے واجبات واحکام میں سے کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہ گئی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان نہ کر دیا ہو۔امامت کا ذکر اس سے پہلے خاص خاص موقعوں پر آیا تھا اور عام مسلمانوں کو اس کا علم نہیں تھا۔لہٰذا اسی بات کو برملا بتانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں یہ تاکید بھی موجود ہے کہ رسالت بغیر امامت کی تبلیغ کے نامکمل ہے۔اس لئے کہ امامت کے ذریعے ہی رسالت کے اہداف و مقاصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔جس کا سب سے اہم ترین مقصد پوری دنیا میں عدل وانصاف کا قیام ہے۔

علامہ الامینی نے اپنی تصنیف ''کتاب الغدیر'' کے حصہ اول ص ۲۱۴ میں صحیح روایت سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ آیت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔اس بات کو سیوطی نے درمنثور(۱) میں اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہم لوگ رسول کریمؐ کے سامنے اس آیت کی تلاوت اس طرح کرتے تھے ((یَاأَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ اَنَّ عَلِیّاً مَوْلیٰ اَمِیْرَ اَلْمُؤمِنِیْنِ)) کہ علیؑ مسلمانوں کے ولی اور امیر ہیں، ((وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَ اللهُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ)) حافظ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے کتاب الولایہ میں زید ابن ارقم کی سند سے نقل کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا ''رسول اللہ حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں تشریف فرما تھے، دوپہر کا وقت تھا شدید گرمی تھی، انہوں نے سایہ دار درخت کے پاس جانے کا حکم دیا اور ''الصلاۃ جامعۃ'' کی آواز لگا کر لوگوں کو بلایا، ہم لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے ہمارے سامنے نہایت بلیغ انداز میں یہ خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے۔

(۱) الدر المنثور ج ۲ ص ۳۹۸۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾

''اے رسولؐ! جو کچھ آپؐ کے رب نے نازل کیا ہے اس کو پہنچادیں، اور اگر آپؐ نے یہ بات نہیں پہنچائی تو گویا رسالت کی تبلیغ ہی نہیں فرمائی!''

اور جبرئیل نے میرے رب کی طرف سے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر تمام سیاہ وسفید انسان کو یہ بتادوں کہ علی بن ابی طالبؑ میرے بھائی جانشین، وارث اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ مزید فرمایا اے لوگو! اللہ نے اس کو تمہارے لئے ولی اور امام مقرر کیا ہے اور اس کی اطاعت کو تم میں سے ہر ایک پر واجب کردیا ہے اس کا ہر فیصلہ قابل نفاذ اور اس کی ہر بات برحق ہے۔ جو اس کی مخالفت کرے وہ ملعون ہے اور جو اس کی تصدیق کرے وہ رحم کا سزاوار ہے۔ سنو اور اطاعت کرو بے شک خدا تعالیٰ تمہارا آقا ہے اور علیؑ تمہارے امام ہیں۔ منصب امامت میری اولاد میں اسی کی نسل سے تا قیامت جاری رہے گا، جس چیز کو اللہ اور رسول نے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کردیا وہ حرام ہے۔ پھر فرمایا: قرآن کی واضح آیات کو سمجھو اور اس کے متشابہات کے پیچھے نہ پڑو، ان آیات (متشابہات) کی تفسیر و وضاحت تمہارے لئے صرف وہی کرسکتا ہے جس کا میں ہاتھ پکڑلوں اور اس کے بازو کو بلند کروں۔

میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ بیشک جس کا میں آقا ہوں علیؑ بھی اس کے آقا ہیں اور ان کی یہ ولایت جو مجھ پر نازل کی گئی ہے منجانب اللہ ہے، گواہ رہو! میں نے اپنی ذمہ داری ادا کردی، گواہ رہو! میں نے اپنا پیغام پہنچادیا۔ سنو! میں نے بتادیا اور ہر چیز کی وضاحت کردی، سوائے اس (حضرت علیؑ) کے مسلمانوں پر کسی کی امامت جائز نہیں۔

پھر انہوںؐ نے انؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا، یہاں تک کہ انؑ کا پیر رسولؐ کے گھٹنے سے ملا ہوا تھا اور فرمایا:

''لوگو یہ میرا بھائی، میرا وارث اور میرے علم کا محافظ ہے اور ان لوگوں کا خلیفہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ہے جو میرے اوپر اور میرے رب کی کتاب کی تفسیر یعنی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (۱)

ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی کتاب تفسیر کبیر میں سورۃ المعارج کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی اس طرح تخریج کی ہے کہ رسول کریم نے غدیر خم کے دن لوگوں کو پکارا تو لوگ جمع ہوئے، انہوں نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں، تو یہ بات پورے ملک میں مشہور ہوگئی، اور جب حارث بن نعمان فہری کو اس کا پتہ چلا تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور رسولؐ کے سامنے اپنے اونٹ نیچے اتر کر کہا: اے محمدؐ! آپ نے ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کو معبود مانیں اور آپ کو اس کا رسول، تو ہم نے یہ بات مان لی۔ آپ نے ہمیں نماز پنجگانہ، زکوٰۃ دینے اور رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم دیا، ہم نے وہ بھی قبول کر لیا اور آپ نے حج کرنے کا حکم دیا اسے بھی تسلیم کر لیا۔ پھر آپ اتنی باتوں سے راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ اپنے چچازاد بھائی کو ہمارے اوپر فضیلت دے ڈالی، اور کہہ دیا کہ جس کے مولیٰ واقعاً آپ ہیں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ کیا یہ چیز اللہ کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک یہ حکم اُس کی طرف سے ہے۔ پھر حارث اپنی سواری کا ارادہ کرتے ہوئے مڑا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ جو کچھ محمدؐ کہہ رہے ہیں اگر سچ ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ ابھی وہ اپنی سواری تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ اللہ نے اس پر ایک پتھر مارا جو اس کے سر پر لگا اور اس کی سرین سے نکل گیا اور وہ اس سے ہلاک ہوگیا۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی

﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ☆ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ﴾

''ایک مانگنے والے نے (جلدی کر کے) وہ عذاب مانگا جو (بلند) درجے

(۱) کتاب الغدیر ج۱ص۲۱۴ تا ۲۱۶۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

والے اللہ کی طرف سے کافروں کو (ضرور) ہونے والا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔"(۱)

۵_ آیات شہادت

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے کچھ قائدین کو مبعوث کیا جاتا ہے جو خدا کی کتاب قرآن اور مومنوں پر گواہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو منصب امامت سے سرفراز کرتا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی امت پر گواہ ہوئے ہیں اور ان کے بعد مسلمانوں کیلئے خدا کی طرف سے متعدد گواہ رکھے گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ رسول کی طرف سے ہوں گے اور گواہی میں رسولؐ کی نیابت کریں گے اور ان گواہان سے مراد علیؑ اور ان کی پاک باز اولاد ہیں۔ ہم ان باتوں کو ذیل میں چند نکات کے ضمن میں بیان کریں گے۔

ا_ لِلّٰهِ فی کُلّ اُمَّة شهید

ہر امت میں خاص اللہ کا ایک گواہ ضرور ہوتا ہے:

قرآنِ کریم کی بکثرت آیتیں اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ اللہ نے ہر امت میں انہیں میں سے ایک گواہ بنایا ہے اور یہ سنت ربانی ہر زمانہ میں جاری رہی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لاَ يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلاَ هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ سورہ نحل، آیت ۸۴۔

"اور (وہ دن یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر جو لوگ کافر ہے ان کو (بولنے یا عذر کرنے کی) اجازت نہ ہوگی اور نہ وہ لوٹنے پائیں گے۔"

(۱) سورہ معارج، آیت ۱،۲۔
علامہ شبلنجی کی نور الابصار ص ۷۱۔ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۲۷۴۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے

﴿یَوْمَ نَبْعَثُ فِی کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیدًا عَلَیْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِکَ شَهِیدًا عَلَی هَؤُلَاءِ﴾ سورہ نحل، آیت ۸۹۔

''اور وہ دن یاد کر جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

یہ گواہی صرف امتوں کی ہی گواہی نہیں ہے بلکہ لوگوں میں سے ہر فرد کا گواہ ہوگا۔ قرآن میں آیا ہے کہ:

﴿وَجَائَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِیدٌ﴾ سورہ ق، آیت ۲۱۔

''اور ہر شخص (جواب دہی کیلئے) حاضر ہوگا اس کے ساتھ (دو فرشتے ہوں گے) ایک ہانکنے والا، ایک (حال بتانے والا) گواہ۔''

۲۔ گواہوں کے اوصاف وشرائط

قرآن میں متعدد آیتوں میں گواہوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں اس میں سے ایک صفت معاصرت یا ہم عصر ہونا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر گواہ (شہید) کیلئے ضروری ہے کہ وہ مشہود علیہ (جس پر گواہی دی جائے) کا معاصر ہو۔ دونوں کے زمانے میں فرق نہ ہو۔

﴿وَکُنتُ عَلَیْهِمْ شَهِیدًا مَا دُمْتُ فِیهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کُنتَ أَنتَ الرَّقِیبَ عَلَیْهِمْ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۱۱۷۔

''جب تک میں ان میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس اٹھالیا (آسمان پر بلالیا) تو تو ہی ان کا نگہبان ہے۔''

ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی مخلوق کیلئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں ان کے ذریعے لوگوں پر حجت و برہان قائم کی جاتی ہے۔ گویا اللہ نے ان کو لوگوں کیلئے ایسا میزان بنایا ہے جن کے ذریعہ سے ان کی اچھائی و برائی، اور ان کی اللہ کے لئے اطاعت و تابعداری کی پرکھ ہو۔ اسی وجہ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

سے ان کو کتاب اللہ کا بھی گواہ بنایا گیا ہے کیونکہ ان کے افکار و اعمال میں کتاب اللہ کے احکامات کی مکمل جھلک ملتی ہے اور انہی کے ذریعہ کتاب کی پہچان، اس کی آیت کی تفسیر اور اس کے مفاہیم کی وضاحت ہوتی ہے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ☆ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ سورہ قصص، آیت ۷۴، ۷۵۔

''اور جس دن خدا مشرکوں کو پکارے گا، فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں (یعنی) وہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے، اور (اس دن) ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے پھر (مشرکین سے) کہیں گے کہ تم اپنی صفائی کی سند پیش کرو لیکن وہ جان لیں گے کہ حق اللہ کیلئے ہے اور جو کچھ بھی وہ افتراء پردازی کرتے تھے، ان کا پتہ ہی نہ ہوگا۔''

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ سورہ ھود، آیت ۱۸۔

''اور جو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھے، اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا، یہ لوگ اپنے مالک کے سامنے لائے جائیں گے اور گواہ گواہی دیں گے، انہی لوگوں نے اپنے مالک پر جھوٹ بولا تھا۔''

شہیدوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی کتاب کے محافظ اور اس میں مذکور تمام احکامات کا علم رکھتے ہیں!

اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۴۴۔

''بیشک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور روشنی ہے، خدا کے تابعدار پیغمبر یہودیوں کو اس کے موافق حکم دیتے رہے اور (پیغمبروں کے علاوہ) ربانی ،اللہ والے اور احبار، علما بھی (اسی پر حکم دیتے رہے) اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے (امانتدار) اور اس کی وہ نگرانی کرتے تھے۔''

قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾

سورہ رعد، آیت ۴۳۔

''کہہ دیجئے! میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے، اور اس شخص کی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۸۔

''اللہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہ ہیں)۔''

ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ خدا کے احکام کے مطابق لوگوں کو حکم دیتے ہیں سورہ مائدہ کی اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔

﴿وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾

ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر سچے ایمان لانے والے ہوتے ہیں اور ان کے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

ایمان میں کوئی شک وتردید کی گنجائش نہیں ہوتی!

قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ سورہ حجرات، آیت ۱۵۔

''مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر دل سے یقین لائیں، پھر ان کو (ایمان کی باتوں میں کسی طرح کا) شک بھی نہ ہو، اور انہوں نے اپنی جان اور مال سے اللہ تعالی کی راہ میں کوشش کی ہو، ایسے ہی لوگ سچے اور ایمان دار ہیں۔''

نیز یہ بھی اشارہ خداوندی ہے:

﴿وَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَ رُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ سورہ حدید، آیت ۱۹۔

''وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں وہ صدیقین وشہداء ہیں اپنے پروردگار کے پاس ان کے (اعمال) کا اجر اور ان کا نور (ایمان) ان کے لئے ہے۔''

۳۔ عہد نبوت میں مسلمانوں پر اللہ کے رسول کی گواہی

قرآن کی متعدد آیات میں رسول اعظم کو شاہد اور شہید کے لفظ سے متصف کیا گیا ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ سورہ احزاب، آیت ۴۵۔

''اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر اور (مسلمانوں کو) جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔''

دوسری جگہ باری تعالی ارشاد فرماتا ہے:

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ سورہ نساء، آیت ۴۱۔

''پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ہر امت پر ایک گواہ بنا کر لائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر۔''

۴_ رسول کے بعد ہونے والا گواہ

قرآن میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ رسول کے بعد بھی مسلمانوں پر کوئی گواہ ہوگا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ﴾ سورہ ہود، آیت ۱۷۔

''کیا جو شخص اپنے مالک کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ''اسی کی طرف سے'' ایک گواہ بھی ہے (وہ بہتر وسیلہ ہدایت اور نمونۂ عمل ہے یا کوئی اور؟!)۔''

نہایت واضح ہے کہ یہاں پر ''من کان علی بینۃ من ربہ'' (جو اپنے رب کی طرف سے دلیل روشن رکھتا ہے) وہ ذات گرامی نبی کی ہے، اور جو اس کے پیچھے پیچھے گواہ ہے وہ وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے معین شدہ نبی کا جانشین اور 'امام' ہے۔ یعنی یہاں پر ''یَتْلُوهُ'' کے معنی ''یخلفہ'' کے ہیں۔ یعنی وہ (رسول کا جانشین اور امام المومنین) اس کی خلافت و نیابت کرے گا۔ یہی اس لفظ کا ظاہری معنی ہے اور خلافت حقہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ نبوت کے سوا تمام چیزوں میں اس کے قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شاہد یعنی گواہ کا تعین کبھی تو اشارہ صفت کے ذریعہ کیا ہے کہ وہ رسول کی نسب سے ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکورہ ہے اور کبھی اس کی صفت یہ بیان کی ہے کہ اس کے پاس کتاب اللہ کا علم ہوگا جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ سورہ رعد، آیت ۴۳۔

''کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان میں گواہی کے لیے خود اللہ کافی ہے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اور وہ جس کے پاس علمِ کتاب ہے!"

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں صفات اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر ہی صادق آتی ہیں۔ جس میں سرفہرست حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

پہلی صفت: گواہ کا تعلق رسول کے خاندان سے ہے۔ "ویتلوہ شاہد منہ" میں "منہ" بے حد غور طلب ہے! اور آیت مباہلہ سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوگئی ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق بھی ہے کہ اہل بیتؑ سے مراد "علی، فاطمہ اور حسن و حسین" ہیں: آیت مباہلہ بھلا کس کے پیشِ نظر نہ ہوگی؟:

﴿فَمَنْ حَاجَّکَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَ أَبْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَی الْکَاذِبِینَ﴾ سورہ آل عمران، آیت ۶۱۔

"(اے رسول) پھر جب تمہارے پاس 'علم' (قرآن) آچکا، (اور عیسیٰ کا حقیقی حال معلوم ہو چکا) پھر اب بھی کوئی تم سے اس کے بارے میں بحث و تکرار کرے تو کہہ دیجیے کہ: 'آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں، (ہم خود اپنی ذاتوں سے شریک ہوں) اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ، (تم اپنی ذاتوں سے شریک ہو)، پھر ہم سب مل کر خدا کے سامنے گڑگڑائیں (روئیں اور عاجزی سے دعا کریں) اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔"

یہ آیت حسن، حسین، فاطمہ اور علی علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک حدیث متواتر میں یہ قصہ مذکور ہے کہ یوم مباہلہ میں رسول اللہ نے علی، حسن، حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہؑ کو ان کے پیچھے کر لیا، پھر کہا یہ ہمارے بیٹے، ہماری عورتیں اور ہماری جانیں ہیں، تم اپنے بیٹوں، اپنی جانوں اور اپنی عورتوں کے ساتھ آجاؤ، پھر ہم اللہ کے سامنے

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور جھوٹ بولنے والے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (۱)

ایک حدیث صحیح میں اللہ کے رسول کا یہ قول مذکور ہے کہ ''علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں''(۲) میری طرف سے امور کی انجام دہی علیؑ کے ذمے ہے۔اسی طرح کی ایک خبر متواتر آیت برائت کے سلسلے میں بھی وارد ہوئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت برائت دے کر ابوبکر کو بھیجا تا کہ وہ ان آیتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مشرکین مکہ کے سامنے تلاوت کریں اور اللہ و رسول کا یہ پیغام برائت انھیں سنائیں، کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا اور حرم میں داخلے کے مستحق صرف مسلمان ہوں گے۔اور جس کسی کا اس کے اور اللہ کے رسول کے درمیان میں معاہدہ ہو تو وہ ایک خاص مدت تک ہی محدود ہوگا۔اللہ اور اس کے رسولؐ مشرکین سے بری ہیں۔حضرت ابوبکر اس آیت کو لے کر گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولؐ نے یہ کام ان سے واپس لے لیا۔پھر رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے کہا: تم ان آیات کو لے کر جاؤ، اور ابوبکر کو میرے پاس بھیج دو، اور اس آیت کی تبلیغ تم خود کرو۔جب حضرت ابوبکر نبی کریمؐ کے پاس آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ کیا مجھ میں کوئی چیز (کوئی کمی یا کمزوری) پیدا ہوگئی ہے؟ رسول اللہؐ نے جواب دیا تمہارے اندر صرف بھلائی ہی پیدا ہوئی ہے۔لیکن مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس کی تبلیغ یا تو میں خود کروں یا کوئی ایسا شخص جو مجھ سے ہو۔ (۳)

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ نے حضرت حسنؑ کو آغوش میں رکھا اور کہا: یہ مجھ سے ہیں۔ (۴)

---

(۱) **صحیح المسلم کتاب الفضائل باب فضائل علی۔**
صحیح الترمذی ۴/۲۹۳ حدیث ۳۰۸۵۔
(۲) **سنن ابن ماجہ کی کتاب المقدمہ باب فضائل الصحابہ۔**
ترمذی کتاب المناقب، حدیث ۲۵۳۱، ص ۱۵۳، ج ۱، طبع اولی۔
مسند احمد ص ۱۶۴، ۱۶۵، ج ۴۔
(۳) **مسند احمد** ۱/۳۔ **سنن الترمذی** ۱۳/۱۶۴ تا ۱۶۵۔
مستدرک الصحیحین ۳/۵۱، ۵۲۔
(۴) **مسند احمد** ص ۴/۱۳۲۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اور مزید فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اور اللہ کا محبوب وہ ہے جو حسینؑ کا سب سے زیادہ محبوب ہو، اور حسینؑ نواسے بھی ہیں۔ (۱)

دوسری صفت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ رسول کے بعد وہ شخص گواہ ہوگا جو کتاب کا علم رکھتا ہو۔ یہ وصف بھی صرف علیؑ اور ان کی طیب وطاہر اولاد پر صادق آتا ہے۔ اسی سلسلے میں ایک حدیث منقول ہے۔

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ، جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے دروازے پر آنا چاہیے۔'' (۲)

حاکم نے اس کی سند کو صحیح مانا ہے۔ علیؑ سے یہ روایت منقول ہے:

''خدا کی قسم، میں ان کا یعنی رسول اللہ کا بھائی ہوں اور ان کا ولی یعنی نائب، اور ان کا چچا زاد بھائی ہوں اور ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ ان کی وراثت کا کون حقدار ہوسکتا ہے؟'' (۳)

ایک اور روایت اللہ کے رسول سے منقول ہے:

''تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے حکمت (کا مصداق) ہمارے درمیان اہل بیتؑ کو بنایا ہے۔'' (۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے: جس شخص کو اس بات سے خوشی حاصل ہو کہ وہ میری زندگی جئے اور میری موت مرے اور میرے رب کے لگائے ہوئے باغِ عدن میں رہے تو اسے علیؑ کو میرے بعد ولی بنانا چاہئے اور ان کی ولایت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اور میرے بعد اہل بیتؑ کی اقتداء

---

(۱) **صحیح البخاری فی الادب المفرد باب معانقه الصبي**، حدیث ۳۶۴،
ترمذی باب مناقب الحسن و الحسین ۱۳/۱۹۵۔

(۲) **مستدرک الصحیحین** ۱۳/۱۲۶۔

(۳) اس کا مصدر وہی ہے جسے حاکم اور ذہبی نے بیان کیا ہے۔ **خصائص النسائی**: ۱۸۔

(۴) احمد بن حنبل نے مناقب میں اور طبری نے **ریاض النضرة** ۲/۱۹۴ میں ذکر کیا ہے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

کرنا چاہیے۔کیوں کہ وہ لوگ میری عترت ہیں یعنی میرے ہی خمیر سے پیدا کئے گئے ہیں۔اور انہیں میرا علم وفہم دیا گیا ہے۔ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہو جو ان کے فضائل کو جھٹلاتے اور ان کے درمیان قطع رحمی کرتے ہیں، اللہ انہیں میری شفاعت سے دور رکھے۔ (۱)

اس بات کی توضیح واثبات کے لئے کہ رسول اللہؐ کے علم کے وارث اہل بیتؑ ہیں جن میں سرفہرست حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ ہیں اور جو صحیح معنوں میں کتاب اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، یہ حدیث متواتر کافی ہے کہ:

''میں نے تمہارے درمیان دو ایسی گراں قدر چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک تم مضبوطی کے ساتھ انھیں پکڑے رہو گے، ہرگز ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔کتاب اللہ جو ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک دراز ہے، دوسرے میرے اہل بیت ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ حوض کوثر پر میرے پاس پیش کئے جائیں۔دیکھو! کسی طرح سے تم لوگ ان دونوں کے تعلق سے میرے پیٹھ پیچھے عمل کرتے ہو۔'' (۲)

طبرانی میں مذکور ہے:

''نہ تم ان دونوں سے آگے قدم بڑھاؤ کیونکہ اس میں ہلاکت ہے اور نہ پیچھے رہ جاؤ، اس لئے کہ اس میں بھی ہلاکت ہے اور انہیں مت سکھاؤ کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔'' (۳)

آیات شہادت سے جو نتائج مستفاف ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

---

(۱) **کنز العمال** ۶/ ۲۱۸ حدیث ۳۸۱۹۔
(۲) **سنن ترمذی** ۵/ ۳۲۹۔
(۳) **کنز العمال** ۱۶۸۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

(۱) رسولؐ اپنی امت کے اولین گواہ ہیں جس طرح ان سے پہلے کے انبیاء اپنی اپنی امتوں کے گواہ تھے۔

(۲) مسلمانوں پر گواہی اللہ کے رسولؐ کے بعد بھی جاری رہے گی اور اس باب میں لوگ رسول اللہ کی جگہ برحق شہادت ادا کرتے رہیں گے، اور اللہ کی کتاب کے مطابق معاملات میں فیصلہ کریں گے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللهِ وَ كَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِي وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ سورہ مائدہ، آیت ۴۴۔

''خدا کے تابعدار پیغمبر یہودیوں کو اسی کے موافق حکم دیتے رہے اور (پیغمبروں کے علاوہ) درویش (مشائخ) اور مولوی (بھی اسی پر حکم دیتے رہے) اس واسطے کہ وہ اللہ کی کتاب کے حافظ بنائے گئے تھے۔ (امانتدار) اور اس کی نگہبانی کرتے تھے۔ تو (اے یہودیو) لوگوں سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے (دنیا کا) تھوڑا مال مت لو (رشوت کھا کر میرے حکم مت چھپاؤ) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ دیں وہی کافر ہیں۔''

یہ شہداء یا گواہ رسول کے بعد آئیں گے اور تمام امور سوائے امر نبوت کے ان کی جانشینی کا فریضہ انجام دیں گے۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔ ﴿وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ﴾ اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی اس کو پہنچا دو۔

(۳) گواہ یا گواہان وہ لوگ ہوں گے جو کتاب اللہ کے عالم اور رسول اللہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

(۴) حضرت علیؑ اوران کی اولاد اطہارؑ جنہیں عترت رسول ہونے کا شرف حاصل ہے انہی پر مذکورہ دونوں صفتیں منطبق ہوتی ہیں کیونکہ ''کتاب اللہ کے علم سے پوری طرح بہرہ ور ہیں اور انہیں کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ہیں۔''

ہم نے حضرتِ علیؑ اوران کی اولادِ اطہار علیہم السلام کی امامت سے متعلق چند قرآنی آیات یہاں بطور نمونہ ذکر کی ہیں۔اس موضوع پر اللہ کے رسولؐ سے بکثرت احادیث بھی منقول ہیں، باوجود اس کے کہ عباسی اور اموی دور حکومت میں ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی تھی جو لوگ اہل بیتؑ سے متعلق احادیث کی روایت کرتے تھے اور یہ سلسلہ تقریباً چار صدیوں تک چلتا رہا، نیز اس بات سے بھی واقف ہیں کہ احادیث کی کتابوں کی جمع و تدوین کا کام ظالم حکومتوں کے زیرِ سرپرستی ہوا، جو اہل بیتؑ سے متعلق روایت کے سخت مخالف تھیں اور روایت کرنے والوں کو سخت سے سخت عذابوں میں مبتلا کرتی تھیں۔ اموی اور عباسی حکمرانوں نے صرف اہل بیتؑ کی امامت سے متعلق احادیث روایت کرنے ہی سے منع نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے کچھ کمزور ایمان والوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ لوگ اہل بیتؑ کے دشمنوں کی فضیلت میں کچھ احادیث گھڑ کر بیان کریں اور اس کی نسبت رسولؐ کی طرف کردیں، حالانکہ یہ باتیں نصِ قرآن اور صریح وصحیح ومتواتر حدیثوں کے بالکل برعکس اور متناقض تھیں اور ہیں۔

یہ ایک اہم بحث ہے۔اس کتاب میں ہمارا مقصد علیؑ اوران کی اولادؑ کی امامت پر بحث کرنا نہیں تھا۔علمائے صالحین نے اِس موضوع پر مفصل اور جامع کتابیں تالیف کی ہیں، جو اس موضوع کی تفصیلی واقفیت کے خواہاں ہیں انہیں اس موضوع پر باضابطہ طور پر لکھی گئی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ہمیں تو اس مختصر مقالے میں صرف اس ایک نکتے پر توجہ مرکوز کرنا تھا کہ اسلام اور قرآن میں 'امامت' کے لیے نص بہر حال لازمی ہے۔اسلام میں امامت صرف اور صرف نصِ دینی، نصِ الٰہی، نصِ قرآنی اور نصِ

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

معصوم ہی سے ثابت ہوتی ہے۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت کی زندگی میں صحیح بات کہنے کی توفیق عطا کرے اور ہماری اس ادنیٰ خدمت کو حسنِ قبول سے سرفراز فرمائے

انه کریم سمیع مجیب

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

Presented By: www.jafrilibrary.com

اکیسویں صدی کے مطلعِ روشن پر اُبھرنے والے جن ممتاز شیعہ فقہاء اور مجتہدین کا نام لیا جاسکتا ہے اُن میں اُستاذ مکرم محقق خبیر و ناقد بصیر مفکر جلیل آیۃ اللہ علامہ شیخ محسن اراکی کا نام نامی کئی اعتبار سے اہمیت اور امتیاز کا حامل نظر آتا ہے۔

اُن کی شخصیت میں جو علمی جامعیت اور عملی پُرکاری ہے وہ اگر بے نظیر نہیں تو شدت کے ساتھ کم نظیر ضرور ہے۔

اس وقت وہ حوزہ علمیہ قم کے درس خارج کے برجستہ ترین اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں اور تازہ ترین موضوعات پر اُن کے افکار و آراء سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

_____ علامہ عقیل الغروی

cover design by: MOHAMMAD SAJJAD
SAJJADSGRAPHICS.BLOGSPOT.COM

Presented By: www.jafrilibrary.com